افضلیت صدیق اکبر ؓ

عرضِ ناشر

الحمد للہ ثم الحمد للہ — مکتبہ فریدیہ ناساعد حالات کے باوجود قارئین کی خدمت میں ایک اور ایسی کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے جس کی ایک عرصہ سے قارئین کو شدت سے طلب تھی۔ مکتبہ فریدیہ کے معرض وجود میں آنے کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ علمار اہلسنت کی گرانمایہ تصانیف و تالیفات کو منظر عام پر لاکر عامۃ المسلمین کی دینی خدمت کی جائے۔ بحمدہ تعالےٰ برادرانِ ملت اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم اپنے اس نیک مقصد میں تنگی داماں کے باوجود برابر پیش قدمی کر رہے ہیں۔ مولانا مفتی محمد ابوسعید غلام سرور قادری اہلسنت کے مقتدر علمائے کرام میں سے ہیں۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر یہ ایک تحقیقی شاہکار پیش فرماکر اہلسنت کی بہت بڑی دینی خدمت انجام دی ہے اللہ تعالےٰ موصوف کی اس خدمت کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین۔ کتاب میں جو تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہائے گئے ہیں وہ تو اپنی جگہ بے مثال ہیں ہی — مگر آخر میں اہلسنت کے مقتدر علمار کرام کی جو تصدیقات و فتاویٰ ہیں۔ ان سے کتاب ھذا بے حد اہمیت و امتیازی شان کی حامل قرار پائی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ برادرانِ اسلام کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ نصیب ہو۔ آمین۔

فقط

ابوالعطا حافظ نعمت علی چشتی سیالوی

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ۔ ساہیوال

مورخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

انتساب

سیاستِ شرعیہ کے مجددِ ربانی، نائب مجددِ الف ثانی، عارفِ باکمال و قیومِ زمانی،
حق و صداقت کی نشانی — فرزندِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علامہ

شاہ احمد نورانی صدیقی

کے نام

- جن کی صدارت و سربراہی سے جمعیۃ العلماء پاکستان کا کھویا ہوا وقار بحال و بلند ہوگیا۔
- جن کی حق گوئی و بیباکی سے صدر یحییٰ کو جامِ شراب چھوڑنا پڑا۔
- جن کے نعرۂ حق سے ایوانِ اسمبلی کے در و دیوار لرز اُٹھے۔
- جن کی صدائے حق نے ملّتِ خوابیدہ کو لازوال بیداری بخشی۔
- جن کی حرارتِ ایمانی و سحر بیانی نے ملّت کے ہر ہر فرد کو تحریکِ نفاذِ نظامِ اسلامی کا پاسبان و علمبردار بنا دیا۔
- جو عرصۂ اقتدار سے ہمکنار ہونے کی بجائے نظامِ مصطفےٰ کی ترویج و مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کے لیے ایک عرصہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم جمعیۃ العلماء پاکستان
مفتی محمد ابو سعید (عرف) غلام سرور قادری
متخصص فقہ و قانون اسلامی — اسلامی یونیورسٹی بہاولپور
ایم اے اسلامک لاء
حال جامعہ غوثیہ لیبٹری پارک اوکاڑہ (ساہیوال)

۷۸۶

تقدیم

بعض حضرات کا تو دین ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جی بھر کر گالیاں دینا ہے مگر ہمیں تو ان مدعیانِ مسلک اہلسنت وجماعت کا افسوس ہے جو اہلسنت کا لبادہ اوڑھ کر اہلسنت میں گھسے ہوئے ہیں بلکہ کچھ تو عالم و عارف کہلاتے ——— مساجد اہلسنت میں امامتوں اور خطابتوں پر فائز ——— ان سے تنخواہیں نذرانے اور ہدیے وصول فرماتے ہیں مگر نمک حلالی کا یہ عالم ہے کہ ان بیچارے عوام، سادہ لوحوں ان پڑھوں اور کم علم سنیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بدعقیدہ اور رافضی بنانے میں کسر نہیں چھوڑتے، یہ لوگ پہلے تو حُبِ اہلبیت کا فرضی دم بھر کر حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے افضل ہونے کا گمراہانہ عقیدہ پھیلا کر عوام کو تفضیلی شیعہ بناتے ہیں یہ رفض اور تشیع کا پہلا زینہ ہے جو ایک سنی مسلمان کو سنی ہونے سے خارج کر کے تفضیلی شیعہ اور بدعتی کر دیتا ہے اور پھر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے خلاف کو رطب ویابس اور سچے جھوٹے تاریخی واقعات کی تاریکی میں عوام کے دل و دماغ پر ایسا داغتے ہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بدعقیدہ ہو کر جہنمی ہو جاتے ہیں (معاذ اللہ)

ایسے بہت سے نام نہاد مولویوں، قاریوں اور پیروں سے مجھے بحث و تمحیص کرنے کا اتفاق ہوا اور بارہا باہر سے ایسے لوگوں کے بارے میں مجھ سے فتوے بھی طلب کئے گئے کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے سنی ہیں یا شیعہ، اور ان کو امام بنایا جائے یا نہ ؟ پھر کچھ دوستوں

Marfat.com

کا اصرار ہوا کہ اس مسئلہ کی ایسی مدلّل تحقیق و تفصیل کی جائے جس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا مکمل طور پر ازالہ ہو سکے، مجاہد اسلام جناب — شیخ عزیز احمد — صاحب نقشبندی مجدّدی دامت برکاتہم کی خصوصی فرمائش بھی شامل ہو گئی، جس نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا لہٰذا میں نے مسئلہ تفضیل شیخین کریمین اور سیّدنا علی المرتضیٰ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اختلاف کا صحیح پس منظر اجاگر کر کے قرآن و سنت کے مطابق اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ایک ایسے مفصل و مدلّل فتوے کی صورت میں بیان کر دیا ہے، جو ایک جامع کتاب ہو کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں اندرون اور بیرون ملک کے جلیل القدر اور مسلّم علماء کرام و مشائخ عظام اہلسنت اور محققین دین و ملت سے بھی فتاوے لیکر آخر میں درج کر دیئے گئے، جن سے یہ کتاب مصدّق و مؤید ہو کر جویان حق کے لئے ہدایت کبریٰ اور ہٹ دھرموں پر حجت عظمیٰ واقع ہوئی ہے بلکہ اگر اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اسے بے نظیر اور ایک امتیازی شان کی حامل سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا

اللھم تقبل منی ھذا الکتاب وادخلنی جنتک بلا حساب و عتاب بحرمۃ حبیبک صاحب فصل الخطاب علیہ الصلوٰۃ والسلام مع آلہ وصحبہ الکرام

فقیر قادری محمد غلام سرور رضوی مصطفوی
(سابق مفتی و مدرس
مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان شہر

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

۱۔۔۔ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے
۲۔۔۔ ایک شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو فاسق کہتا اور ان کو برا بتاتا ہے کیا یہ دونوں شخص اہلسنت و جماعت سے ہو سکتے ہیں اور کیا ان کو اہلسنت کی مساجد میں امامت و خطابت کے لئے رکھا جائے یا نہ۔؟

بینوا بالتحقیق والتفصیل توجروا من الرب الجلیل

ابوالعطا حافظ نعمت علی چشتی سیالوی
خطیب فرید ٹاؤن ساہیوال

الجواب منہ الھدایۃ والصواب

خطبۂ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ الذین منقصہم ومبغضہم من الفاسقین اما بعد (قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ٥)

(سورۃ الحدید آیت ۱۰)

وَقَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظہرت الفتن او البدع وسُبَّ اَصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفاً و لا عدلاً۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان رحمت والا ہے، تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہوں اس کے محبوب پر جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کی اس آل و اصحاب پر جن کی شان اندس میں کمی کرنے اور ان سے بغض رکھنے والا فاسقوں سے ہے، اما بعد اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔

"نہیں ہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ اور جہاد کیا۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے"

(سورت حدید آیت ۱۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جانے لگے تو عالم کو چاہیئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، سو جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالےٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہیں قبول کرے گا اللہ تعالےٰ اس شخص کا صدقہ اور نہ کچھ خیرات[1]

اجمالی جواب

(۱) فضیلت بہ ترتیب خلافت اہلسنت کا مسلک ہے اور اس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے

انبیاء و مرسلین کے بعد تمام مخلوق الٰہی، انسانوں، جنوں اور فرشتوں سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ شیخین کریمین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے افضل ماننا اہلسنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اس لئے جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دوسرے صحابی کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے یا سمجھے گمراہ۔ بدمذہب اور

[1] حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب الجامع بین آداب الراوی والسامع" میں بہ سند خود روایت کیا ہے (قالہ الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ صـ ؛

اہلسنت وجماعت سے خارج ہے اسے اہلسنت کی مساجد میں نہ امام بنایا جائے اور نہ خطیب کیونکہ وہ فاسق العقیدہ اور تفضیلی شیعہ ہونے سے امامت کے قابل نہیں ہے۔

(۲) حضرت امیر معاویہ کا بے ادب اہلسنت سے خارج اور دوزخی ہے!

کسی صحابی کیساتھ بغض اور سوء عقیدت یعنی بُرا عقیدہ رکھنا بد مذہبی، گمراہی اور دوزخی ہونا ہے، کیونکہ وہ دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض اور سوء عقیدت ہے،

ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرے بالخصوص حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد ابو سفیان، والدہ ماجدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرّا اور رفض ہے جو اس کا قائل ہو اور ان کی شان میں گستاخی کرتا یا انسے بُرا عقیدہ رکھتا ہو وہ رافضی شیعہ اور اہلسنت سے خارج ہے اس لئے اس کی امامت وخطابت ناجائز ہے

تفصیلی جواب

اس سلسلے میں ہم قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل اور مدلل جواب عرض کرتے ہیں جس کے بغور مطالعہ کے بعد کوئی قلب سلیم رکھنے والا انسان انحراف وانکار کی وادی میں بھٹکتے پھرنا پسند نہ کرے گا۔ آخر میں ملک اور بیرون ملک کے جید علماء کرام کی تصدیقات و تصویبات بھی لائق دید ہیں۔

Marfat.com

فضیلت

حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ

دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں!

عقل و شعور

خداوند قدوس نے جن وجوہات سے انسان کو اشرف و اکرم مخلوق قرار دیا ہے ان میں سے ایک اس کا ذی شعور و عقل ہونا بھی ہے اور یہ عقل و شعور ہی ہے جو گفتگو کے وقت متکلم کو "کیوں؟ کس لئے؟ کیونکر؟ کیا وجہ ہے؟ اس لئے اور لہذا وغیرہ جیسے الفاظ کے اصرار پر مجبور کرتا ہے اور یہ صورت حال صرف پڑھے لکھے حضرات تک ہی محدود نہیں بلکہ ذرہ سی سوجھ بوجھ رکھنے والوں، مطلق ناخواندہ اور ان پڑھوں میں بھی منطقی تالیف و ترتیب کے لحاظ کے بغیر دلائل کی روشنی میں تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے اور ان میں بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھے بغیر شاید ہی کوئی بات تسلیم ہوتی ہو۔

قلب سلیم کا کام

پھر منطقی دلائل اور عقل و شعور جس بات کی تائید کر دیں اسے تسلیم کرنا قلب سلیم ہی کا کام ہوتا ہے، اور یہی قلب سلیم والے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "قوم یعقلون" "اولوالابصار" اور "اولوالالباب" جیسے مقدس اوصاف سے قرآن پاک میں یاد فرمایا ہے۔ ان لوگوں کی طبیعت میں اس قدر لچک ہوتی ہے کہ وہ وضوح اور ظہور حق کے بعد اسے تسلیم کئے بغیر رہتے ہی نہیں ہیں، ایسے لوگ مسئلہ کو نہیں اس کے دلائل کو مقدم رکھتے ہیں اس لئے کہ مسئلہ دعوےٰ ہوتا ہے اور دلیل گواہ، جس طرح دعویٰ سے پہلے گواہ کا وجود و تزکیہ ضروری ہے

اسی طرح مسئلے پیشتر دلیل کا وجود انتہائی لازمی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلاف ایک قدرتی امر ہے مگر اس کا دلائل کی روشنی میں ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ ایک قدرتی امر ہونے کی بجائے کجروی اور گمراہی قرار پائے گا۔

یہی حال زیر بحث مسئلہ کا ہے جس میں شیعہ صاحبان نے بلا دلیل اہلسنت سے اختلاف کر کے کجروی اور گمراہی اختیار کی ہے اہلسنت وجماعت کا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رب صحابہ حتیٰ کہ حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ٹھہرانا ایسے عقلی ونقلی دلائل کی بنا پر ہے جو لاجواب اور ناقابل تردید حیثیت کے حامل ہیں اس کے برعکس شیعوں کا خیال محض وہم کے سوا کچھ نہیں۔

مسئلہ تفضیل حق ہے

یہاں دو باتیں خوب ذہن نشین رہیں اول یہ کہ مسئلہ تفضیل حق ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے بعض نادانوں سے سننے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام برابر ہیں کوئی کسی سے مرتبے میں بڑھ کر نہیں سب یکساں مرتبہ رکھتے ہیں مولانا ظفر علی صاحب نے بھی اپنے مندرجہ ذیل شعر میں یہی کہا ہے

شعر ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ - کوئی فرق نہیں ان چاروں میں

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر اس قول کی کوئی معقول تاویل نہ کی جائے تو یہ قرآن وحدیث کی تکذیب اور کفر ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے،

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا

(ترجمہ) برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے

وَعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ط وَفَضَّلَ اللّٰہُ	سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے
الْمُجٰھِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا	جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے
عَظِیْمًا o دَرَجٰتٍ مِّنْہُ وَمَغْفِرَۃً	فضیلت دی، اس کی طرف سے درجے اور بخشش
وَّرَحْمَۃً ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا o	اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان
(سورۃ نسا آیت ۹۵-۹۶)	ہے۔

اس آیت میں واضح ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں اور یہ کہ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت ان سے زیادہ حاصل ہے مگر ہیں سب جنتی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے،

وَیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ	ترجمہ:۔ اور وہ ہر فضیلت والے کو اس کا فضل
(سورۃ ہود۔ آیت ۳)	دے گا۔

یعنی جس نے دنیا میں اعمال صالحہ کئے اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں اسے اللہ تعالے عملوں کے برابر درجہ دے گا۔ یعنی جیسی کسی کی فضیلت عملیہ ہو گی اسے جنت میں ویسی فضیلت درجہ حاصل ہو گی۔

تیسری جگہ ارشاد ہے

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ	(ترجمہ) اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت
وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی	والے ہیں اور گنجائش والے قرابت والوں الخ
(سورۃ نور آیت ۲۲)	کے دینے کی۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اکبر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالے نے آپ کو اولوا الفضل (فضیلت والا) کہہ کر آپ کی فضیلت کو منصوص فرما دیا۔ ہمارا مقصود بھی ثابت کہ صحابہ میں تفاضل مسلّم ہے۔

چوتھی جگہ ارشاد ہے۔

Marfat.com

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (سورۃ حدید آیت ۱۰)

(ترجمہ) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن صحابہ کرام نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے وہی مہاجرین و انصار میں سے سابقون اولون ہیں وہ مرتبہ میں ان حضرات سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا جب کہ مسلمان نسبتاً زیادہ اور طاقت ور تھے۔

اس آیت سے تفاضل صحابہ ثابت ہوا نیز چونکہ یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اس لئے آپ کی افضلیت کی دلیل بھی ٹھہری۔

ان چاروں آیتوں سے صحابہ کرام میں تفاضل رتبی کا بیّن ثبوت ہے جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ اس طرح مسئلہ تفضیل کی حقیقت قرآن حکیم سے ثابت ہوئی۔ فللہ الحمد

مسئلہ تفضیل حقوق عباد سے ہے

فضیلت اور افضلیت میں فرق

دوسری بات جو ذہن نشین ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ مسئلہ تفضیل حقوق عباد سے ہے جس میں کوتاہی ہوگی تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائے گا جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے گا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

فضیلت (یعنی خود اچھا ہونے) اور افضلیت (یعنی دوسروں سے اچھا ہونے) میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فضیلت میں ضعیف حدیثیں بالاتفاق قبول ہوتی ہیں مگر افضلیت میں بالاجماع ناقابل قبول۔ ضعیف احادیث صرف وہاں قابل قبول ہوں گی جہاں نفع ہی نفع ہو نقصان نہ ہو اور جہاں ان کے قبول

Marfat.com

کرنے سے حرام کا حلال یا حلال کا حرام ہونا لازم نہ آتا ہو اور نہ ہی کسی کا حق تلف ہوتا ہو غرضیکہ وہاں کسی بھی صورت میں شرع کی مخالفت کا اندیشہ نہ ہو، انسان کے فضائل اعمال کے فضائل کی طرح میں جن بزرگوں کی فضیلت تفصیل یا اجمالی طور پر دلائل صحیحہ سے ثابت ہو اگر ان کی کوئی خاص صفت حدیث ضعیف میں آجائے اور کوئی حدیث صحیح اس کے خلاف نہ ہو اس حدیث ضعیف کا مقبول ہونا تو بالکل ظاہر ہی ہے کیونکہ ان بزرگوں کی فضیلت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث ضعیف ان کے موافق ہی ہے جس کے ماننے سے فائدہ ہی فائدہ ہے

فضیلت میں حدیثِ ضعیف معتبر ہے مگر افضلیت میں نہیں

اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو اور تنہا حدیث ضعیف ہی فضیلت میں آجائے ساتھ ہی کسی حدیث صحیح کی مخالفت بھی نہ ہو وہ بھی معتبر و مقبول ہو گی کیونکہ وہ کسی حدیث صحیح کی اگر مؤید نہیں مخالف بھی تو نہیں اس لئے فضیلت میں بلا شک و شبہ معتبر و مقبول ہو گی، مگر تفضیل کا مسئلہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کسی کو دوسرے سے افضل ماننا ہے۔ یہ جب ہی جائز ہوگا جب خدا تعالیٰ و رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم یا اجماع سے ہمیں خوب معلوم ہو جائے،

اس لئے کہ ــــــــــــــــ

یہ حقوق عباد سے ایک حق ہے شرعی اسباب و علل استحقاق پر غور کئے بغیر آنکھیں بند کر کے یوں ہی مصنوعی اور اندھی عقیدت کی بنا پر کسی کو افضل اور کسی کو مفضول قرار دینا اتلاف حق کا موجب ہو سکتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اور فسق بھی۔ جیسے دوسرے حقوق عباد کی طرح خدا تعالیٰ بھی معاف نہ کرے گا، جب تک کہ خود صاحبِ حق معاف نہ کرے بلکہ بلا علم و بلا ثبوت افضلیت کا حکم لگا دینے سے اگر عند اللہ غلطی ہو گئی کہ مفضول کو افضل اور افضل کو مفضول بنا دیا تو اس سے جہاں فریق اول کے حق میں ناجائز غلو اور افراط ہوا، وہاں نہ صرف یہ کہ فریق ثانی کا حق ضائع ہوا بلکہ اس

شان میں تفریط و تنقیص بھی ہوئی جو کسی طرح جائز نہیں بلکہ حرام اور اشد حرام ہے۔

یہاں تین قباحتیں لازم آئیں بلکہ چار شمار کیجئے ایک تو فریق اول کی شان میں غلو دوسرے تحلیل حرام رافضی کو مفضول بنانا تیسرے تنقیص شان افضل اور چوتھے اس کے حق کی تضییع و اتلاف جو سراسر ظلم اور خلاف عدل و انصاف ہے کیونکہ افضل کہنا حق اس کا تھا ملا اور کو بالخصوص زیر بحث مسئلہ میں جب کہ عقیدہ میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل محقق و مثبت و مدلل و مجمع علیہ ہے اور اس کے خلاف سقیم و ضعیف حدیثوں سے استدلال کیا جائے۔ جیسا کہ آج کل کے کم علم لوگ اس قسم کی حدیثوں سے استناد کر کے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جو شریعت کے صریح خلاف اور سنت پاک سے کلی انحراف ہے اسی لئے ائمہ کرام نے اپنے تفضیلیوں کو بھی رافضی ٹھہرایا ہے۔ کما بینہ امامنا ابو حنیفۃ زمانہ و جنید اوانہ الامام احمد رضا خان اسکنہ اللہ تعالیٰ فی صدر الجنان فی کتابہ الشریف مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین بلکہ اگر بالفرض تفضیل صدیق اکبر پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلاف کوئی حدیث صحیح آ جائے تو وہ ضرور ضرور واجب التاویل پھر اگر خدانخواستہ اس میں صلاحیت تاویل نہ ہو تو اسے قبول ہی نہ کیا جائیگا کیونکہ حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت تواتر و اجماع سے ہے کوئی حدیث جو خبر واحد ہو کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو تواتر و اجماع کے مقابلے میں نہیں آ سکتی۔

بخاری کی ایک حدیث سے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ایک زبردست اعتراض اور اس کا بہترین جواب

ہماری مذکورہ بالا تحقیق سے ایک زبردست اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے جو بخاری کی ایک حدیث سے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وارد ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے

Marfat.com

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُونَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۸) (کتاب الایمان)

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ وہ میرے پیش کئے جا رہے ہیں جب کہ ان پر قمیصیں تھیں کچھ لوگوں کی قمیصیں چھاتیوں تک تھیں اور کچھ اس سے بھی کم اور عمر بن خطاب میرے پیش ہوئے جب کہ ان پر قمیص تھی لمبی جسے وہ زمین پر گھسیٹ رہے تھے صحابہ نے پوچھا آپ نے اس لمبی قمیص کی کس چیز سے تعبیر فرمائی؟ فرمایا دین سے۔"

اہل علم جانتے ہیں کہ حدیث کے لفظ "النَّاسَ" میں عموم ہے جس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شمول کا وہم بھی ہو سکتا ہے جس سے لازم آئے گا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی زائد ہوں لہذا ان سے افضل ہوں گے!

مگر ہماری گزشتہ تقریر اگر دل نشین ہے تو یہ وہم خود بخود مدفوع ہوتا دکھائی دے گا وہ یہ کہ یہ حدیث خبر واحد ہے جس کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متواتر اور اجماعی افضلیت سے تعارض واقع ہو رہا ہے اس صورت میں خبر واحد واجب التاویل ہے اگر تاویل کی صلاحیت نہ رکھتی ہو تو واجب الرد ہوگی۔ مگر بحمد تعالیٰ بخاری کی یہ حدیث صالح تاویل ہے اور تاویل یہ ہے کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تواتر و اجماع سے مخصوص ہیں اور یہ حدیث انہیں شامل ہی نہیں ہے۔

البتہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور کی امت کے باقی سب افراد کو یہ حدیث شامل ہے اور وجہ شمول عدم وجود مخصص ہے، بلکہ اس کے برعکس اجماع و تواتر باقی سب افراد کے شمول و عموم کا حامی و مؤید ہے، کیونکہ بالفرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد باقی حضرات پر حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کی افضلیت کیخلاف کوئی صحیح حدیث بھی آجائے تو وہ بھی تواتر اور اجماع سے مؤول ہوگی یا مردود۔

اسی حدیث کی شرح میں امام احمد قسطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

لَئِنْ سَلَّمْنَا التَّخْصِيصَ بِهٖ فَهُوَ مُعَارِضٌ بِالْاَحَادِيثِ الْكَثِيرَةِ الْبَالِغَةِ دَرَجَةَ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ الدَّالَّةِ عَلٰى اَفْضَلِيَّةِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَا تُعَارِضُهَا الْاٰحَادُ وَلَئِنْ سَلَّمْنَا التَّسَاوِيَ بَيْنَ الدَّلِيلَيْنِ لٰكِنْ اِجْمَاعُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰى اَفْضَلِيَّتِهٖ وَهُوَ قَطْعِيٌّ فَلَا يُعَارِضُهٗ ظَنِّيٌّ۔

ارشاد الساری الی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۶/۱۰۷

ترجمہ :۔ یعنی اگر ہم اس حدیث کی فاروق اعظم کے ساتھ تخصیص تسلیم کرلیں تو یہ ان بہت سی حدیثوں کے معارض ہے جو تواتر معنوی کو پہنچتی ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں ، سو اخبار احاد ان کا معارض نہیں کرسکتیں اور اگر ہم افضلیت کی دونوں دلیلوں کی برابری بھی تسلیم کرلیں لیکن اہلسنت وجماعت کا اجماع افضلیت صدیق پر قائم ہے اور وہ قطعی ہے لہذا خبر واحد مذکور ظنی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی فللہ الحمد

الغرض مسئلہ افضلیت ہرگز فضائل کے قبیل سے نہیں ہے جن میں ضعیف حدیثیں قابل توجہ ہوتی ہیں بلکہ یہ عقائد قطعیہ کے باب سے ہے جس میں ضعیف حدیثیں تو کجا رہیں آحاد صحاح بھی قابل توجہ نہیں سمجھی جاتیں۔ کما ھو مصرح فی المواقف وشرحہ ۔

مسلک اہلسنت دلائل کی روشنی میں

اہلسنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوقات الٰہی جنوں اور انسانوں سے کلی طور پر افضل و اعلیٰ ہیں علم تقوے اور معرفت الٰہیہ میں کوئی ان کے برابر نہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اس پر اہلسنت وجماعت

کا اجماع واتفاق ہے جسے تسلیم کئے بغیر کوئی شخص ہرگز اہلسنت وجماعت سے نہیں ہوسکتا، اگرچہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا پھرے، اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت عظمیٰ وامامت کبریٰ بلافصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس پر فائز ہوئے، نیز اس پر جمہور اہل سنت کا اجماع واتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے عنداللہ افضل واعلیٰ ہیں ان کے بعد حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کا مرتبہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کا ان حضرات کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنا اور ان کی زیر حکومت ہمہ تن فرماں برداری کرنا بھی بمطابق ترتیب خلافت ان کے افضل ہونے کی بڑی دلیل ہے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ وکلیہ قرآن وحدیث اور اجماع اہلسنت جیسے ناقابل تردید دلائل سے محقق ومثبت ہے جنہیں بغور دیکھنے کے بعد ہر عقل مند مسلک مہذب اہلسنت کی تحقیق وتصویب پر مجبور ہو جاتا ہے۔

افضلیت اور قرآن حکیم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ثبوت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبرا

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ

(ترجمہ) اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا وہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو

یۡضٰی ٥ (لیل ۷ تا ۲۱) سب سے بلند ہے اور بے شک عنقریب وہ راضی ہوگا۔

امام بزار نے حضرت زبیر بن عوام سے، ابن جریر، ابن منذر، آجری اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ سے اور حضرت امام حاکم نے حضرت ابن اسحاق سے بہ سند خود روایت کیا ہے اور ساتھ ہی کہا کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے وہ یہ کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتریں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

اَجۡمَعَ الۡمُفَسِّرُوۡنَ مِنَّا عَلٰی اَنَّ الۡمُرَادَ مِنۡهُ اَبُوۡبَكۡرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ

(تفسیر کبیر ج ۸ صـ ۴۱۷)

یعنی مفسرین اہلسنت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

امام ابن جوزیؒ نے بھی یہی کہا ہے اس میں لفظ "اَلۡاَتۡقٰی" سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے جس کے معنی ہیں "سب سے بڑا پرہیزگار" اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے وہی سب سے افضل ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ

(سورۃ حجرات، آیت ۱۳)

(ترجمہ) بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے

ایک شبہ کا ازالہ

شیعوں کا کہنا ہے کہ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مراد ہونا وزنی دلائل سے ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن، سنت اور اجماع مجتہدین سے بڑھ کر کوئی وزنی دلیل نہیں یہاں پر تین ایسے ناقابل تردید دلائل ہیں جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

ناقابل تردید دلائل

جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

دلیل اوّل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا اجماع کے خلاف ہے اور اجماع کے خلاف کرنا جائز نہیں، لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا جائز نہیں۔

دلیل دوم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى (یعنی اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) یہ بھی تائید کرتا ہے کہ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مراد لینے پر لازم آئے گا کہ ان پر کسی کا کچھ احسان نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بے شمار احسانات ہیں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ان کے والد سے لے لیا تھا اور ان کی خود پرورش فرمائی ان کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ جیسی ضروریات زندگی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کفیل تھے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا بہت سا مال خرچ کیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا اعتراف فرمایا۔

مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدًا اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا

یعنی ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا، ابوبکر کے سوا پس بے شک اس کا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ اسے خدا تعالےٰ قیامت میں چکائیگا

نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ
(ترمذی ج ۲ صہ ۲۰۹)

اور کسی کے مال نے مجھے ہرگز اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے مجھے نفع دیا۔ الخ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیقؓ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا مال، اہل وعیال اور جان تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردی، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کے مصداق ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ٹھیک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں، دینی اور اخروی احسان تو ہے اس کا بدلہ تو ان کو چکانا تھا لہذا وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی (ترجمہ گزر چکا ہے) کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بن سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض بالکل بے کار اور لایعنی ہے کیوں کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دینی احسان ہے مگر اس کا بدلہ چکانا مطلوب نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اعلان فرمادیا کہ

لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ط (شوریٰ۔ آیت ۳)

یعنی میں اس تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کچھ عوض نہیں مانگتا۔

اور وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی سے وہ نعمت اور وہ احسان مراد ہے جس کا بدلہ چکایا جائے، جیساکہ تُجْزٰی کے لفظ سے واضح ہے جو نعمت کی صفت مخصصہ ہے اور وہ دنیاوی احسان ہی ہوسکتا ہے، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

"اور اس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ چکایا جائے"

لہذا اس آیت کے مصداق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ہوسکتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت میں لفظ اَلْاَتْقٰی کو عام رکھا جائے تاکہ یہ حکم ہر پرہیزگار کو شامل ہو

اس کا جواب یہ ہے کہ الاتقی اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا مقتضی اور موضوع لہٗ خصوص ہے ، عموم لینے کے لئے " اَلْاَتْقٰی "کو مجاز اَلتَّقِیُّ کے معنی میں کرنا پڑے گا اور مجازی معنے اس وقت ممکن ہوگا جب اَتْقٰی کا اپنے معنے موضوع لہ یعنی خصوص میں استعمال متعذر اور ناممکن ہو کیونکہ ائمہ اصول فرماتے ہیں کہ حقیقت جب تک ممکن ہو مجازی معنی لینا جائز نہیں ۔ لیکن یہاں حقیقی معنی ممکن ہیں لہذا مجازی معنی لینا جائز نہیں بلکہ سبب نزول اور اجماع مفسرین بھی اسے مجاز پر محمول کرنے کے حق میں نہیں ہیں اس لئے واجب ہے کہ " اَلْاَتْقٰی " میں لام عہد خارجی کا قرار پائے اور اس کے معہود و مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں ۔

لہذا آپ کی افضلیت قرآن سے ثابت رہی ۔ فللّٰہ الحمد

آیت نمبر ۲

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں قرآن کی دوسری آیت ملاحظہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بلند و بالا پروردگار کی رضا جوئی ہی کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور ضرور عنقریب وہ راضی ہوں گے

مگر سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے ۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○

(سورۃ دہر آیت ۱۰)

بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے یعنی ہمیں اپنے رب سے اس ترش اور نہایت سخت دن کا ڈر ہے اس لئے ہم تم سے اپنے عمل کی جزا یا شکر گزاری نہیں چاہتے یہ عمل

اس لئے ہے کہ ہم اس دن خوف سے امن میں رہیں۔

یہ اور اوپر کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا اپنا مال دینا خدا کے لئے تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونے والی آیت بتاتی ہے کہ ان کا مال کو خرچ کرنا خدا اور قیامت کے دن کے خوف کے لئے تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی آیت یہ بتاتی ہے کہ وہ قیامت کے دن کے خوف سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مال خرچ کرتے تھے نہ آپ کو قیامت کے ترش سخت دن کا ڈر تھا اور نہ ہی ثواب سے کوئی غرض۔ بلکہ ذات باری تعالیٰ کی رضا جوئی آپکا اولین اور آخرین مقصود تھا۔ لہٰذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ثابت ہوئے۔

ان دو آیتوں کے علاوہ دس آیتیں اور بھی ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر شاہد عدل ہیں بخوف طوالت انہیں نقل نہیں کیا جاتا۔

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ اور احادیث شریفہ

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث شریفہ پیش کی جا سکتی ہیں۔

حدیث اوّل امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اور آپ کے مرض میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ کہ ابوبکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے یعنی میری جگہ لوگوں کا نماز میں امام بنے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی

Marfat.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ کہ اے اللہ کے سچے رسول ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ نماز پڑھانے کھڑے ہوں گے تو فرطِ غم سے وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے یعنی ان کی جگہ کسی اور کو مقرر فرما دیں۔

اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مُرِیْ اَبَابَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ کہ اے عائشہ تو ابوبکر سے کہدے وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس پر ام المومنین نے پھر وہی بات دہرائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُرِیْ اَبَابَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ کہ اے عائشہ ابوبکر سے کہدے کہ وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہو"

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم بھیجا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:۔

فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح بخاری مجتبائی ج ۱ ص ۹۳)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت حدیث متواتر سے ثابت ہے،

یہ حدیث متواتر ہے، حضرت عائشہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زمعہ، ابوسعید، علی بن ابی طالب اور حفصہ بی بی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت مطلقہ، کلیہ، خلافتِ حقہ اور آپ کے سب سے زیادہ لائق امامت ہونے کی ٹھوس دلیل قرار دیا ہے۔ — چنانچہ امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ

یعنی علماء کرام نے اس حدیث کے بارے میں

Marfat.com

اَوْضَحُ دَلَالَۃً عَلٰٓی اَنَّ الصِّدِّیْقَ اَفْضَلُ الصَّحَابَۃِ عَلَی الْاِطْلَاقِ وَاَحَقُّھُمْ بِالْخِلَافَۃِ وَاَوْلٰیھُمْ بِالْاِمَامَۃِ (ص۲۳)

کہا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرنے میں نہایت واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق سب صحابہ سے مطلقاً افضل، خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت کے سب سے زیادہ لائق ہیں، رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہوتے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ نے آٹھ روز تک نمازیں پڑھائیں!

امام ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں کہ امام ابن عدی، ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ امیرالمومنین حضرت ہارون الرشیدؒ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوبکر لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین کیسے منتخب کیا؟ ——— انہوں نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ خاموش رہا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مسلمان خاموش رہے، حضرت ہارون الرشید نے فرمایا ——— اے ابوبکر! قسم بخدا مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی (کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟) ——— ابوبکر کہتے ہیں۔ میں نے کہا امیرالمومنین یوں سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز بیمار رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے عرض کی یارسول اللہ آپ کی جگہ لوگوں کو نمازیں کون پڑھائے؟ فرمایا۔ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہیں تو حضرت ابوبکر صدیق لوگوں کو آٹھ روز نمازیں پڑھاتے رہے جب کہ اس دوران وحی بھی نازل ہوتی رہی (اگر خداتعالیٰ کو حضرت ابوبکر کی امامت پسند نہ ہوتی تو وحی کے ذریعے منع فرمادیتا مگر ایسا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ بات خداتعالیٰ کو پسند تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے اور لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے" فَاَعْجَبَہٗ فَقَالَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ ص۲۴ ——— یعنی ابوبکر بن عیاش کی یہ بات امیرالمومنین کو پسند آئی تو خوش ہو کر بولے خدا تجھ

میں برکت فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نمازیں پڑھیں

آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ بعض کی طرف سے بار بار مشورہ عرض ہوا کہ وہ بہت رقیق القلب ہیں آپ کو مصلے پر نہ پاکر رو پڑیں گے اور ان سے نمازیں نہ پڑھائی جائیں گی۔ آپ ان کی بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمائیں مگر آپ نے ہر بار یہ فرما کر کہ اللہ تعالےٰ اور مسلمانوں کو ابوبکر ہی منظور ہیں، ان کے مشورے کو قبول نہ فرمایا (ملاحظہ ہو بخاری مجتبائی ج ۱ صہ ۹۳) ——— چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امامت کراتے رہے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مقدس مصلے پر چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی دوسرا صحابی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہوتا یا کم از کم ہی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کے عذر کا مشورہ قبول فرما کر ان کی بجائے کسی دوسرے کو مقرر مگر ایسا نہ کیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضور کی نظر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی مثال ہی نہ تھا ——— اس لئے انہیں اپنا مصلے سپرد فرمایا بلکہ خود بھی ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں ——— چنانچہ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ———

حدیث ۔۔ ۱ وَرُوِیَ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ قَاعِدًا (ترمذی ج ۱ صہ ۴۸) ———

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

پھر امام ترمذی دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں ———

۲ ——— وَرُوِیَ عَنْ اَنَسِ بْنِ

یعنی حضرت انس بن رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی خَلْفَ اَبِي بَكْرٍ وَهُوَ قَاعِدٌ" (ترمذی ج ۱ صہ ۴۸)

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے نماز پڑھی ۔

پھر تیسری حدیث نقل فرماتے ہیں

۳ ـــــ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي مَرَضِهِ خَلْفَ اَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا فِي الثَّوْبِ مُتَوَشِّحًا بِهِ (ترمذی ج ۱ صہ ۴۸)

یعنی حضرت انس سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر ایک کپڑے میں نماز پڑھی ۔ جسے بغل کے نیچے سے کر کے شانے مبارک پر ڈالا ہوا تھا ۔

ان تینوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ـــــ اسی طرح نسائی میں بھی دو حدیثیں ہیں ۔

۴ ـــــ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰخِرُ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَعَ الْقَوْمِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا خَلْفَ اَبِي بَكْرٍ (نسائی ج ۱ صہ ۱۲۷)

یعنی سب سے آخری نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کیساتھ ایک کپڑے میں پڑھی جسے آپ نے بغل کے نیچے سے کر کے شانے شریف پر ڈالا ہوا تھا ۔ ابوبکر صدیق کے پیچھے تھی ۔

دوسری حدیث میں ہے ۔

۵ ـــــ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى لِلنَّاسِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِي الصَّفِّ (نسائی ج ۱ صہ ۱۲۷)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے صف میں تھے ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی

حدیثوں میں تعارض کا رفع

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ مصلّے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مصلّے پر کھڑے رہنے کا اشارہ کیا۔ مگر آپ پیچھے آگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا کہ جب میں نے تمہیں مصلے پر کھڑا رہنے کا ارشاد فرمایا تھا تو تم پیچھے کیوں ہٹ آئے؟ آپ نے عرض کی:

مَا کَانَ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری ج ۱ صفحہ ۹۴)

ابوقحافہ کے بیٹے کو لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھے۔

حضرت ابوقحافہؓ کا مختصر تذکرہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسر نفسی کے طور پر اپنے آپ کو ابوبکر کہنے کی بجائے ابن ابی قحافہ کہا۔ ابوقحافہ آپ کے والد ماجد کی کنیت ہے ان کا نام عثمان بن عامرؓ ہے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ شرف بیعت سے مشرف ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ "تم نے بزرگ کو یہاں آنے کی تکلیف دی اچھا ہوتا کہ یہ اپنے گھر میں تشریف رکھتے ہم تمہاری تکریم و تعظیم سے وہاں ہی تشریف لے چلتے اور یہ مسلمان ہو جاتے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ آپ کی خدمت میں پہلے آہی رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی عمر اس وقت کافی تھی۔ ان

کے سر اور داڑھی کے بال نہایت سفید ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیاہ خضاب کو چھوڑ کر کسی دوسرے خضاب سے اسکے بالوں کی سفیدی کو بدل دو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ آپ ہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خضاب لگایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بھی حیات رہے اور ان کے ترکہ سے چھٹا حصہ پایا اور انہیں کے بچوں کو واپس کر دیا۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی۔ آپ نے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۴ھ ماہ محرم میں وفات پائی۔ آپ نے احادیث شریفہ بھی روایت کی ہیں۔ ——— اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷۴/۳۷۵

اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں جن میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے کو ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مقتدیوں میں شریک ہو گئے مگر نسائی اور ترمذی کی احادیث ابھی گزریں کہ آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپؐ مقتدی تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ امام۔ ———

یہ تعارض اور تضاد قائم ہو گیا جسے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے آخری ایام عمر میں بارہا نمازیں پڑھائیں۔ جن میں سترہ نمازوں کی صراحت تو بہت سی کتابوں میں موجود ہے، اس لئے اختلافِ روایات کو اختلافِ احوال و تعدد واقعات پر محمول کیا جائے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ادباً پیچھے ہٹ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک امامت کے فرائض انجام دے سکنے کے قابل ہوتی تو آپ آگے بڑھ جاتے اور اگر طبع شریف اس قابل نہ ہوتی تو آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلے پر ہی کھڑے رہنے کو بامر و اصرار مجبور فرماتے تو وہ ——— اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ ——— کی رو سے تعمیل حکم کر کے نماز پڑھا دیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں ہی میں جلوہ گر رہتے۔

کما اشار الیہ الامام ابن حجر العسقلانی فی الفتح (فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

بہرصورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے اس کا منکر کوئی جاہل ہی ہو گا۔

چنانچہ انسان العیون میں امام ترمذی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا:۔ ———

ثَبَتَ اَنَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ مُقْتَدِیًا بِہٖ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا یُنْکِرُ اِلَّا جَاہِلٌ لَاعِلْمَ لَہٗ بِالرِّوَایَۃِ (انسان العیون ج ۳ ص۴۶۵)

یعنی یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اس کا جاہل ہی منکر ہوگا۔ جسے اس روایت کا کوئی علم نہیں۔

نیز ——— واضح ہو کہ اس میں تین نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے مگر بقیہ کی نفی نہیں ہے۔ لہٰذا تین والی روایت سترہ والی روایت کے منافی نہیں ہوگی۔

بات تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ہو رہی تھی مگر ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانے اور خود ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا ثبوت دینا اس بنا پر ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے افضل ہونے کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ امام کا ماموم اور مقتدی سے افضل ہونا ضروری اور یقینی نہیں تاہم زیر بحث واقعہ ایک طرح کی خصوصیت کا حامل ہے وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق کی رقت قلبی کے عذر پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے امام بنانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی مگر آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو امام بنانے پر اصرار کرتے رہے اور دنیا سے رخصت ہوئے، ان کے سوا اور کسی کو اپنا سجادہ اور مصلے سپرد نہ فرمایا اور اس کے خلاف مشورہ دینے پر ناگواری کا اظہار فرمایا یہ اس امر کی یقینی دلیل ٹھہرتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں اور صحابہ کا ان کے متبادل حضرت عمر فاروقؓ کا اسم گرامی پیش کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔ ———

فِیْہِ تَقْدِیْمُ اَبِیْ بَکْرٍ وَتَرْجِیْحُہٗ

کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا

عَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ وَفَضِیْلَۃُ عُمَرَ بَعْدَہٗ (فتح الباری ج ۱ صـ ۱۲۴)

سب صحابہ سے مقدم اور افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہوتے کوئی امامت نہ کرائے (حدیث ۲)

ہماری اس تقریر کی اس حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کے ہوتے کوئی امامت نہ کرائے، چنانچہ ترمذی میں ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْہِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّہُمْ غَیْرُہٗ (ترمذی جلد ۲ صـ ۲۰۸)

یعنی جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں ان کی امامت ان کے بغیر کسی کو مناسب نہیں۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ المحققین، امام الکاملین، غوث الواصلین، سند العارفین سیدنا شاہ عبد الحقؒ محدث دہلوی لمعات شریف میں اور عمدۃ المحققین امام المحدثین حضرت مولانا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں۔

فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی فَضْلِہٖ فِی الدِّیْنِ عَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ فَکَانَ تَقْدِیْمُہٗ فِی الْخِلَافَۃِ اَوْلٰی وَاَفْضَلُ (لمعات)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دین میں تمام صحابہ سے افضل ہیں تو خلافت میں انہیں کا مقدم کرنا بہتر اور افضل تھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں

وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّہٗ اَفْضَلُ جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ فَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا

اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے

فَقَدْ ثَبَتَ اِسْتِحْقَاقُ الْخِلَافَةِ وَلَا يَنْبَغِي اَنْ يُجْعَلَ الْمَفْضُوْلُ خَلِيْفَةً مَعَ وُجُوْدِ الْاَفْضَلِ (مرقات ج ۹ صہ ۵۲۸)	افضل ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ان کا سب سے اول مستحق خلافت ہونا ثابت ہو گیا اور یہ مناسب نہیں کہ غیر افضل کو افضل کے ہوتے خلیفہ بنایا جائے ۔

واضح ہو کہ ہمارا موضوع کلام اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا اثبات ہے اور یہی آپ کے خلافت کے زیادہ اور اولاً حقدار ہونے کو لازم ہے اگر دوسرے دلائل سے صرف نظر کیا جائے تو یہی دلائل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت واحقیت بالخلافۃ کیلئے کافی ہوں گے کیونکہ دونوں ہیں تلازم ہے ۔ تاہم ناظرین کرام آپ کے خلافت کے سب سے زیادہ اور اوّل حقدار ہونے کے دوسرے عقلی اور نقلی دلائل ہماری تصنیف ——— "نَیْلُ الْفَضْلِ بِالْخِلَافَۃِ بِلَا فَصْل" ——— میں ملاحظہ فرمائیں جو انشاء اللہ عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوگی ۔ اس میں ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی خلافت حقہ ہے ——— اس کے برعکس روافضہ کا نعرۂ خلافتِ بلافصل خود روافضہ ہی کے مذہب ناہذب میں ممنوع وملعون ہے (ملاحظہ ہو شیعوں کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہہ" صہ ۱۰۰ ، باب الاذان)

وَمَا تَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

افضلیّت صدّیقؓ میں تیسری حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ وَّلٰکِنْ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ (بخاری ج ۱ صہ ۵۱۶)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا ۔ اور لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں ۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے ——— اَخِی فِی الدِّیْنِ وَ صَاحِبِی فِی الغَار
یعنی ابوبکر میرے دینی بھائی اور غار کے ساتھی ہیں۔
اس حدیث سے خلت کی اہمیت واضح ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا کوئی اس کا مستحق نہ تھا۔ اس سے آپ کی افضلیت ثابت ہوئی۔

خلت کا مقام محبت سے اونچا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ و فاطمۃ الزہراؓ وغیرہما جیسے کئی صحابہ کو محبوب تو قرار دیا مگر خلیل نہ فرمایا۔ بلکہ اس کے بارے میں فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کسی صاحب کو یہ شبہ لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "حبیب" اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام "خلیل" ہیں۔ اگر خلت محبت سے افضل ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے؟
اس کا جواب یہ ہے ——— کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اللہ تعالےٰ نے خلیل فرمایا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خلت سے نوازا۔
چنانچہ مسلم شریف میں ہے ——— وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰہُ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلاً ———
(اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اللہ تعالےٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ بعض علماء کا محبت کو خلت سے افضل قرار دینا کما قال الامام العلام القاضی عیاض رضی اللہ عنہ فی کتابہ الشریف الشفاء لائقِ نظر اور تامل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنا لیا۔

بلکہ امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنا لیا جیسے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اور یہ کہ ہر نبی کا اس کی امت میں ضرور ایک خلیل ہوتا تھا سنو بے شک میرا خلیل ابوبکرؓ ہے۔	اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا وَاِنَّهٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا لَهٗ فِیْ اُمَّتِهٖ خَلِیْلٌ اَلَا وَاِنَّ خَلِیْلِیْ اَبُوْبَکْرٍ۔ (مرقات ج ۵ صد ۵۲۵ وصواعق ص۱)

اسی طرح امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر حربی سکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال سے پانچ دن قبل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ ——

"ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت سے اپنا ایک خلیل نہ بنایا ہو اور بے شک میرے خلیل ابوبکر ہیں" —— (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ صد ۵۲۵ - و ارشاد الساری شرح بخاری ج ۶ صد ۸۶ و فتح الباری ج ۷ صد ۱۴)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات شریفہ سے پانچ روز قبل خلیل بنانے کا اعلان فرمانا اس حدیث سے معارض ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ روز پیشتر سنا آپ نے فرمایا کہ "میں اس بات سے بری ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو، میرا خلیل تو اللہ ہی ہے" —— یہ حدیث اوپر کی ان دو حدیثوں سے معارض ہے جو ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ یہ تعارض کیسے رفع ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ —— حدیث جندب رضی اللہ عنہ پہلے کی ہے اور سابقہ دونوں حدیثیں بعد کی ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل مجدہ کی شدت محبت اور اس کی تعظیم و تواضع میں اس کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانے سے برات کا اظہار فرمایا

جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس شوق و جذب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم میں آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنانے کی اجازت بخش دی۔ لہٰذا آپ نے انہیں اپنا خلیل بنا لیا۔ جیسا کہ حضرت ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (فتح الباری ج ۷ صد ۱۴۔ ارشاد الساری ج ۶ صد ۸۶ و مرقات ج ۵ صد ۲۲۵)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے امام بخاریؒ روایت فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلّم فَنُخَيِّرُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ۔ (صحیح بخاری ج ۱ صد ۵۱۸)

یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے تھے تو ہم حضرت ابوبکرؓ کو سب سے افضل بتاتے پھر عمر بن خطاب کو پھر عثمان بن عفان کو۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

یعنی ہم جب لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے اور کہتے کہ فلاں سے فلاں افضل ہے تو اس سلسلہ میں ہم کہتے کہ امتِ محمدیہ میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں پھر عمر فاروقؓ پھر عثمان غنیؓ ——— طبرانی کی روایت میں اس سے آگے ہے ——— فَيَسْمَعُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذٰلِكَ فَلَا يُنْكِرُهُ (ارشاد الساری ج ۶ صد ۸۵) کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہوتے تھے تو اس کا انکار نہ فرماتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ کیونکہ یہ حدیث تقریری ہے یہاں پر امام قسطلانیؒ اور امام عسقلانیؒ فرماتے ہیں:۔ ———

وَقَدْ اِطَّبَقَ السَّلَفُ عَلٰی اَنَّہٗ اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ حَکٰی الشَّافِعِیُّ وَغَیْرُہٗ اِجْمَاعَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ (ارشاد الساری ج ۶ صـ ۸۵ ۔ فتح الباری ج ۷ صـ ۱۳)

اور سابق بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام امت سے افضل ہیں امام شافعیؒ وغیرہ نے اس بات پر صحابہ و تابعین کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔

افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ:۔

کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَعْدِلُ بِاَبِیْ بَکْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُکُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نُفَاضِلُ بَیْنَھُمْ (بخاری ج ۱ صـ ۵۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہم کسی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر نہ کرتے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ دیتے انہیں ایک دوسرے سے افضل نہ کہتے۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہم بزرگی میں انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ سے کسی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہ کرتے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم کہا کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیات ہوتے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب امت میں افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر عمرؓ پھر عثمانؓ۔ تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہوتے اور اس کا انکار نہ فرماتے۔ اور ابن سلیمان نے فضائل الصحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجلس سے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے چلے جانے کے بعد ہم کہتے یہ لوگ برابر ہیں

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہوتے اور انکار نہ فرماتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کی افضلیت اہلسنت کا متفق علیہ مسلک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ذکر نہ کرنا مسلک اہلسنت کے خلاف ہے حالانکہ مسلک اہلسنت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ذکر نہ کرنے سے حضرت عثمانؓ کے بعد ان کے افضل ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ (صواعق ص۵۸) کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ عدم ذکر الشئی سے عدم الشئی لازم نہیں آتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتماد شائع نہ ہو بلکہ اس کے بعد دلائل وقرائن کی فراہمی سے معرض اشاعت میں آیا ہو اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتراف بعض روایات میں ثابت ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری ج، ص۱۳)

چنانچہ ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:
— كُنَّا نَقُوْلُ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ (ارشاد الساری ج ۸ ص۸۵) — یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے کرتے تھے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ ہیں۔ یعنی ان کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں۔

حضرت علیؓ کی شہادت کہ بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ افضل ہیں

افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے صاحب زادے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا۔ ــــــ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے۔ فرمایا ابوبکرؓ انہوں نے کہا میں نے دریافت کیا کہ پھر کون فرمایا عمرؓ اور مجھے ڈر لگا کہیں اب عثمانؓ کا نام نہ لے لیں۔ تو میں نے کہا کہ پھر آپ افضل ہیں؟ فرمایا میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔	اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِیْتُ اَنْ یَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (صحیح بخاری جلد ا صـ۵۱۸)

امام ابن عساکرؒ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اسی حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے محمد بن حنیفہ سے فرمایا ــــــ اِنَّ الثَّالِثَ عُثْمَانُ ــــــ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد تیسرے درجے پر افضل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں (ارشاد الساری ج ۲ صـ۹) (فتح الباری ج ۷ صـ ۲۶)

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں فرمانا کہ میں عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں تواضع کے طور پر ہے ورنہ آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آپ اس وقت جب کہ آپ کے صاحبزادے نے یہ سوال کیا سب سے افضل تھے۔ کیونکہ آپ سے یہ سوال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا۔ اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آپ ہی افضل ہیں تبھی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے نام لینے سے پہلے کہدیا کہ پھر آپ افضل ہیں۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن لیا تشفی ہو گئی۔

مسئلہ افضلیت کے قطعی وظنی ہونے کی نفیس بحث

جمیع اہلسنت وجماعت تمام متقدمین معتزلہ وکوفہ کے شیعان اولین اور کچھ متاخرین معتزلہ اور عبدالرزاق ایسے جملہ مصنفین شیعہ کے	افضل البشر بعد الانبیاء

نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں اور عام شیعہ و متاخرین معتزلہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا امام ابوالحسن اشعری و امام شافعی و حضرت مجدد الف ثانی و حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و محدث علی قاری رضی اللہ عنہم کے نزدیک قطعی ہے۔ ملاحظہ ہو (مکتوبات ج ۲ صفحہ ۱۳۰/۱۳۱ والسر الجلیل للمحدث الدہلوی صفحہ ۹۳ و الیواقیت والجواہر ج ۲ صفحہ ۷ والصواعق صفحہ ۵۸ وشرح فقہ اکبر صفحہ ۶۴) اور دلیل یہ کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے تفضیل کے منکر کو اسی کوڑوں کی سزا کا مستحق قرار دیا اور ظنی میں سزا نہیں ہوتی اس کے برعکس جمہور علماء کے نزدیک یہ تفضیل ظنی ہے قطعی نہیں۔

سوال جن حضرات کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے وہ اس کے منکر کو کافر کیوں نہیں ٹھہراتے جبکہ قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے؟

جواب جواب یہ ہے کہ ہر قطعی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل کے سلسلے میں قطعی کی قسمیں معلوم کرنا ضروری ہے۔

مسائل قطعیہ کی قسمیں مسائل قطعیہ اعتقادیہ ہوں یا عملیہ۔ دو قسم ہیں — اول وہ کہ ان میں دلائل کا تعارض و علماء کا اختلاف واقع نہ ہوا ہو اور ان کے اثبات کے دلائل تاویل کا احتمال بھی نہ رکھتے ہوں جیسے توحید باری تعالیٰ اور اس کی صفات سبعہ کا اثبات وغیر ذلک اور ظاہر ہے کہ مسئلہ تفضیل اس قبیل سے نہیں ہے اور — دوم وہ مسائل کہ ان میں علماء نے اختلاف کیا ہو اور دلائل تاویل کے محتمل بھی ہوں لیکن مجتہدین کی ترجیح اور جانبین کی طرف سے بحث و تمحیص کے بعد اختلاف ختم ہو گیا اور مسئلہ کی ایک جانب منقح و مقرر ٹھہری ہو۔ یہ قسم ابتداءً تو ہرگز قطعیت کی حامل نہیں لیکن بالآخر قطعیت پر منتج ہوئی جیسے آخرت میں دیدار خداوندی اور عدم خلق قرآن وغیرہما مسئلہ تفضیل اسی سے قبیل ہے کہ صدر اول میں اختلاف رہا صحابہ کی جماعت قلیلہ تفضیل سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی

قائل تھی اور اس سلسلے میں کچھ دلائل بھی دیے جاتے تھے جبکہ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما کے کچھ دلائل محتمل تاویل و تخصیص بھی تھے لیکن بالآخر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد معدلت میں اس مسئلہ کی تشہیر و ترجیح و تاکید و تقریر فرمائی گئی کہ دلائل میں تعارض ختم ہو گیا اور تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما کی جانب راجح و معین قرار پائی۔ اس سلسلے میں دلائل تو بہت ہیں مگر تنگی وقت حائل ہے خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب کے اسی جلیل القدر اصحاب و احباب مسئلہ تفضیل شیخین کے راوی ہیں۔ اور تقریبات مختلفہ میں انہوں نے آنجناب سے اس مسئلہ کو سماعت فرمایا دارقطنی اور دیگر محدثین آنجناب مولا محبوب کائنات رضی اللہ عنہ سے روایات صحیحہ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا ــــ

لَا يُفَضِّلُنِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ ــــ

کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے گا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دونگا

آنجناب کے یہ الفاظ مسئلہ کی قطعیت پر بہ کمال صراحت رکھتے ہیں کیونکہ ظنیات میں بالاجماع سزا نہیں ہے۔ گویا تفضیل کا منکر نہ صرف اہلسنت سے خارج و گمراہ ہے سزا و تعزیر کا بھی مستحق ہے۔

قطعی الاصل و ظنی الکیفیتہ | نیز یاد رہے کہ کبھی مسئلہ اصل میں قطعی ہوتا ہے اور اس کی کیفیت کی تعیین ظنی ہوتی ہے جیسے صفات سبعہ کا اثبات بلاشبہ قطعی ہے اور ان کا زائد بر ذات یا ان کا عین ذات یا لاعین و لاغیر ہونا ظنی ہے اسی طرح عدم خلق قرآن کا مسئلہ قطعی ہے اور اس بات کی کیفیت کی تعیین کہ کلام نفسی قدیم ہے یا الفاظ کلیہ بلا خصوصیات محل ظنی ہے وھٰذا فی الاعتقادیات۔ اب یہی صورت حال عملیات میں ملاحظہ فرمایئے مثلاً حجۃ الوداع اصل حج کے اعتبار سے تو قطعی ہے مگر تعیین کیفیت کہ قران تھا یا تمتع یا افراد یہ ظنی ہے اس لیے اصل میں اتفاق کے باوجود اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

مسئلہ تفضیل اسی قبیل سے ہے کہ اصل تفضیل قطعی ہے مگر نزاع و تعارض کے بعد اور

اس کی کیفیت کہ یہ تفضیل کس چیز میں ہے کثرت ثواب مع نفع اعظم فی الاسلام یا کسی دوسری چیز میں یہ ظنی ہے اس میں قطع ویقین کسی طرف میں نہیں۔

تفصیل تفضیل

تفضیل کی بہت سی اقسام ہیں جن کی مختصر سی تفصیل یہ ہے کہ تفضیل کبھی اصطفائی ہوتی ہے اس میں عمل کا تعلق نہیں ہوتا اللہ تعالے اس کے بغیر بعض کو بعض پر فضیلت بخش دیتا ہے جیسے بیت اللہ کو تمام بیوت اور حجر اسود کو تمام احجار ولیلۃ القدر کو تمام لیالی اور جمعہ کے دن کو تمام ایام اور ماہ رمضان کو تمام مہینوں اور انبیاء کو تمام امتوں پر فضیلت ہے ——— اور کبھی تفضیل تبعی لاذاتی ہوتی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریفہ وازواج مطہرات کو سب کی اولاد وازواج پر فضیلت ہے اور تفضیل بنی ہاشم بر جمیع قبائل اس قسم کی تفضیل میں تو کسی طرح بھی نزاع واختلاف نہیں۔ اور ——— تیسری تفضیل جزائی ہے عمل کے مقابلے میں وہو المتنازع فیہ اور دنیاوی امور مثلاً قوت بدن وبلاغت لسان وحسن سیاست ملکیہ میں تفضیل کا اصلا اعتبار نہیں البتہ امور اخروی مثلاً تقویٰ ودیانت میں تفضیل معتبر ہے ——— کما قال تعالے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور علم میں بھی کما قال تعالے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ——— اور جہاد میں بھی کما قال تعالے وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما ——— اور حسن خلق میں بھی کما قال علیہ السلام خیرکم خیرکم لاھلہ ——— اور کثرت محبت وکثرت ذکر الٰہی ان تمام امور میں مولا و محبوب کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل مگر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما مولا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل ہیں۔

افضل سے کیا مراد ہے

اگرچہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ افضل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و جاہ والا ہونا ہے اسی کو کثرت ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں نہ کہ کثرت اجر عمل کہ یہ بسا اوقات

Marfat.com

مفضول کو بھی حاصل ہوتی ہے ——— چنانچہ سیدنا امام مہدی کے ساتھیوں کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ ان میں ایک کیلئے پچاس کا اجر ہو گا۔ صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے پچاس کا؟ فرمایا بلکہ تم میں کے پچاس کا۔
تو اجر ان کا زائد ہوا مگر افضلیت میں وہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے بڑھکر ہونا تو کجا رہا ——— کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں سید المرسلین و سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا شرف۔ اس کی مثال یوں سمجھیئے۔ جیسے بادشاہ نے اپنے وزیر اور دیگر افسران کو کسی مہم کے سر کرنے کو بھیجا اس کے فتح ہونے پر ہر افسر کو ایک ایک لاکھ روپیہ انعام میں دیا اور وزیر کو اپنی خوشنودی اور قرب خاص کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ بہ ظاہر یہ سرٹیفکیٹ لاکھ روپے سے کم مالیت کا ہے بلکہ معمولی سی قیمت کا کاغذ ہو گا مگر اعزاز، شرف اور قرب سلطان کی رو سے لاکھ روپیہ اس کے سامنے ہیچ ہے۔

کما قال صدر الملۃ والشریعۃ حکیم الامۃ المحمدیہ مفتی اسلام سیدی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رضی اللہ عنہ فی کتابہ المبارک ——— "بہار شریعت" ج ۱ ص ۷۳ ——— نیز امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی افضلیت کو کثرت ثواب اور نفع عظیم فی الاسلام سے تعبیر کیا اور فرمایا ہے

انہا اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین والاسلام (صواعق ص۵۹)	کہ شیخین کثرت ثواب و نفع اسلام و مسلمین میں سب سے بڑھکر ہیں۔

مجدد اعظم اسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد میں معنی افضلیت فرماتے ہیں ——— الافضلیۃ فی کثرۃ الثواب وقرب رب الارباب ص۱۹۷ والکرامۃ عند اللہ ص۱۹۵ ——— یعنی افضلیت کثرت ثواب، قرب خداوندی اور بارگاہ ایزدی میں عزت سے عبارت ہے

خلاصہ یہ کہ تفضیل سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بر جمیع امت قطعی از قبیل ثانی یا ظنی ہے جس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے تو یہ اہلسنت کے علامات میں سے ایک علامت ہے جس میں نہ پائی جائے تو وہ سنی نہ ہوگا۔

اہلسنت کی علامات

چنانچہ امام محمد بن محمد کردری صاحب فتاویٰ بزازیہ متوفی ۸۲۷ھ اپنی مشہور کتاب مناقب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ اہلسنت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا —— تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَ مَحَبَّۃُ الْخَتَنَیْنِ الخ (ج ۱ صہ ۱۳۲) —— یعنی حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو یکے بعد دیگرے سب صحابہ و امت سے افضل قرار دینا اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا۔ اہلسنت کی علامات سے ہے"۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کے بارے میں امام صاحب نے توقف فرمایا لیکن جمہور اہلسنت کا یہی مسلک ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

(شرح مسلم للنووی ج ۲ صہ ۲۷۳ باب فضائل الصحابہ)

"جس نے مجھے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے افضل کہا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا" —— حضرت علیؓ

(حدیث ۶)

امام ذہبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں۔ جس شخص کا مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھے ان سے افضل قرار دیتا ہے تو وہ بہتان تراشی کرنے والا ہوگا اور اسے وہی سزا ملے گی جو ایک بہتان تراش کو دی جاتی ہے۔ سزا اگر میں یہ سزا بہتان تراش کا یقینی پتہ چلانے سے پہلے دے سکتا تو ضرور دیتا۔ مگر میں جب تک بہتان

تراشش کا یقینی پتہ نہ چلالوں اسے سزا دینا نامناسب سمجھتا ہوں۔ اسی طرح امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا:۔

لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ (صواعق امام ابن حجر مکی صنہ)	یعنی مجھے جس کسی کا علم ہوا کہ وہ مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے تو اسے میں بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق جنت میں داخل ہوں گے (حدیث ۷)

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میری خدمت اقدس میں حاضر ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے وہ جنت دکھائی جس میں میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا مشاہدہ کرتا۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اَمَا اِنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ (ابوداؤد شریف ج ۲ صہ ۶۴۰)	سنو! اے ابوبکرؓ میری امت میں سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہو گے۔

حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ (مرقات ج ۵ صہ ۵۲۹)	یعنی اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں۔

راقم الحروف محمد غلام سرور قادری رضوی عرض گزار ہے کہ اس حدیث سے آپ کے افضل الامت ہونے کی بنا آپ کا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا ہے۔ اگر آپ ساری امت اور سب صحابہ سے افضل نہ ہوتے تو جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف آپ کو کیسے میسر آتا۔ نیز اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں جس کے انعام میں آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے ـــــ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ ـــــ پھر جس طرح آپ دخولِ جنت میں سب سے اوّل ہوں گے۔ اسی طرح مراتبِ جنت میں بھی آپ سب کے سردار ہوں گے کل امت سے افضل ہونے کا جو شرف آپ کو حاصل ہوا یہ دنیا کی زندگی سے مختص نہیں ہے۔ بلکہ اسی طرح جنت میں بھی بعد از انبیاء آپ ہی سب کے سردار ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کل جنتیوں کے سردار ـــــ حدیث (۸)

چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ سَیِّدَا کُهُوْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیّٖنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ (ترمذی ج ۲ صہ ۲۰۷)

کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ابو یعلی نے حضرت انس سے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور امام محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں حضرت علی رضی

اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا تو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اچانک آتے نظر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:۔

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مَا خَلَا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ (صحیح ترمذی ج ۲ صد ۲۰۷)	یہ دونوں، نبیوں اور رسولوں کے سوا سب اولین و آخرین ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں۔ اے علی تم انہیں نہ بتانا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ترمذی کی اس حدیث کی سند میں ولید بن محمد موقری ہے اور وہ سند حدیث میں ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے ——— الوليد بن محمد المُوقری يضعف فی الحديث (ترمذی ج ۲ صد ۲۰۷) ——— کہ ولید بن محمد موقری حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث قابل قبول نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ ——— فضیلت میں حدیث ضعیف قابل قبول ہوتی ہے جیسے کہ تحقیق گزر چکی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ یہ حدیث قابل قبول نہیں غلط ہے، علاوہ ازیں یہی حدیث امام ترمذی نے دوسری سند کے ساتھ اپنے شیخ یعقوب بن ابراھیم دورقی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں کوئی ضعف نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث معتبر قرار پاتی ہے وللہ الحمد۔

یاد رہے کہ کہول ۳۲ سال سے ۵۱ سال تک کی عمر والے کو کہتے ہیں (قاموس ج ۴ صد ۴۶ و منتہی الادب ج ۴ صد ۹۱)

ایک اور سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تو ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہوئے جوانوں کے سردار نہ ہوئے لہٰذا جنت میں ان کا سب

کا سردار ہونا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ جنت میں تو کوئی بھی ادھیڑ عمر کا نہ ہوگا۔ لہذا یہ کسی کے بھی سردار نہ ہوئے
جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ جنت میں کوئی بھی ادھیڑ عمر نہ ہوگا، بلکہ سب جوان ہوں گے مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے کہول کا لفظ استعمال کرنا ان کے کمال شان کی طرف اشارہ ہے
اس لئے کہ —— کہل (ادھیڑ عمر والے) —— جوانوں کی نسبت عقل و فراست کی رو سے تمام
افراد انسان سے زیادہ کامل و مکمل ہوتے ہیں۔ اور جنت کے درجے بھی عقل و فراست کے مطابق دیئے
جائیں گے۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس حدیث کے مطابق دنیا کی طرح جنت
میں بھی تمام جنتیوں کے سردار ہوں گے، کہول کے لفظ کے استعمال فرمانے میں یہی معنوی وسعت ملحوظ
خاطر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جسے امام احمد رضی اللہ
عنہ نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ——

هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبَابِهَا بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ (مرقات ج ۵ ص ۵۴۹)	یہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نبیوں اور رسولوں کے بعد سب ادھیڑ عمر اور جوان جنتیوں کے سردار ہیں۔

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام جنتی جوانوں کے سردار اور
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بھی سردار ہیں یہی مسلک محقق اہلسنت
وجماعت ہے اور اسی پر اجماع و اتفاق ہے۔ کما مر تحقیقہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار وزیر دو آسمان پہ دو زمین پہ

(حدیث ۹)

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: ——

مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِيْرَانِ فِي	کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے دو وزیر

السَّمَآءِ وَ وَزِيرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَاَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوبَكْرٍ وَّعُمَرُ (صحیح ترمذی ج ۲ صہ۲۰۸)

آسمان میں اور دو وزیر زمین میں نہ ہوں پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فِيهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلٰى فَضْلِهِمَا عَلٰى غَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَهُمْ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ وَعَلٰى اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ

مرقات ج ۵ صہ ۵۵)

کہ اس حدیث میں اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دوسرے صحابہ سے افضل ہیں جب کہ صحابہ ساری امت سے افضل ہیں اور یہ کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما۔

حرف واؤ ترتیب کا فائدہ دیتا ہے

راقم السطور سراپا قصور محمد غلام سرور قادری رضوی عرض کناں ہے کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کی وجہ حرف واؤ ہے کیونکہ حرف واؤ اگرچہ جمع مطلق کیلئے ہے تاہم دانا متکلم کے کلام میں اس کے آنے سے ترتیب کا اثر معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ اس سے نہ تو کوئی نقص لازم آئے اور نہ ہی خلاف محظور۔ نیز اسی طرح امام حاکم نے ابوسعید خدری اور حکیم ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"آسمان والوں سے میرے دو وزیر ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر۔ آسمان والوں سے دو وزیر جبرئیل و میکائل اور زمین والوں سے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں"

امام ابن عساکر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے (زمین پر) دو وزیر ہیں اور میرے دو وزیر اور میرے دو ساتھی ابوبکر و عمر ہیں۔ امام جلیل حافظ ابوالحسن علی بن نعیم بصری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوبکر آپ کے دائیں اور عمر بائیں بیٹھے تھے آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک لمبا کر کے حضرت ابوبکر کی پیٹھ پر رکھا اور بایاں حضرت عمر کی پیٹھ پر رکھا پھر ان دونوں سے فرمایا تم دنیا میں میرے دو وزیر ہو اور تم آخرت میں بھی میرے وزیر ہو۔ میری اور تمہاری قبریں اسی طرح پھٹیں گی جس طرح اس وقت اور اس حالت میں ہم بیٹھے ہیں۔ یعنی ہم تینوں ایک ہی جگہ سے اٹھیں گے۔ اور ہم تینوں اسی طرح رب العالمین کا جنت میں دیدار کریں گے۔ (مرقات ج ۵ صہ ۵۵)

عرش کے پائے پر لکھا ہے

صاحب الابیاج اپنی سند کیساتھ راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد رشید حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَکْتُوْبٌ عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَوَزِیْرَاہُ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ وَعُمَرُ الْفَارُوْقُ (مرقات ج ۵ صہ ۵۵)

یعنی عرش کے پائے پر لکھا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق آپ کے دو وزیر ہیں۔

امام سمرقندی رضی اللہ عنہ اپنی سند کیساتھ حضرت امام عبدالعزیز بن عبدالمطلب سے راوی ہیں انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالے نے آسمان والوں سے جبرئیل و میکائیل اور زمین والوں سے حضرت ابوبکر و عمر سے میری مدد فرمائی " (مرقات)

پھر ترازو اٹھالی گئی۔ عجیب خواب حدیث ۱۰

امام ابوداؤد و ترمذی حضرت ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

میں بیان کیا کہ " —— یا رسول اللہ! میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو نازل ہوئی اس میں آپ کا اور ابوبکرؓ و عمرؓ کا وزن کیا گیا۔ آپ بھاری ہوگئے، پھر ابوبکرؓ و عمرؓ کا وزن کیا گیا تو ابوبکرؓ بھاری ہوگئے پھر عمرؓ اور عثمانؓ کا وزن کیا گیا تو عمرؓ بھاری ہوگئے۔ اور پھر ترازو اٹھالی گئی "

اس خواب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے۔ پھر ارشاد فرمایا۔

خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ (بحوالہ مشکوٰۃ)	یعنی جو تو نے دیکھا یہ نبوت کی خالص خلافت ہے پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے

اس حدیث کی شرح میں مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے حضرت عثمانؓ سے بھاری ثابت ہوجانے کے بعد ترازو کے اٹھالیئے جانے کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے بعد زوال آنا شروع ہوگا اور فتنے سر اٹھائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وَمَعْنٰى رُجْحَانِ كُلٍّ مِّنَ الْاٰخَرِ فِي الْمِيْزَانِ اَنَّ الرَّاجِحَ اَفْضَلُ مِنَ الْمَرْجُوْحِ (مرقات ج ۵ صفہ ۵۵)	اور ہر ایک کے دوسرے سے وزن میں بھاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بھاری ہونے والا اس سے افضل ہے۔ جس سے وہ بھاری ہوا۔

اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ایک دوسرے سے وزن اس لئے نہ کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سابقہ خلفاء کے مقابلہ میں سب کے اجماع و اتفاق سے نہ تھی، بلکہ اس میں صحابہ کا اختلاف ہوگیا تھا کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرتے تھے اور کچھ تسلیم نہ کرتے تھے اور یہ وہی حضرات تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ شامل تھے۔ اگرچہ اس اختلاف میں اہلسنت و جماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پہ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی خطا پہ تھے، مگر یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عنداللہ مواخذہ سے بری بلکہ ایک ثواب کے مستحق تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کی وجہ سے دو ثواب کے مستحق۔ اس مسئلہ کی پیر حاصل بحث انشاء اللہ عنقریب آئیگی۔ پھر اس خواب کی تاویل میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا کہ —— "یہ نبوت کی حقیقی اور خالص خلافت ہے، پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے" —— مطلب یہ ہے کہ خلافت نبویہ خالصہ جو نبوت کا پورا پورا عکس ہوگی اور جس میں نبوت کی مکمل جھلک ہوگی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی، اور ان کے بعد حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں نبوت کی وہ پوری جھلک نہ ہوگی اور نہ ہی وہ عکس کامل باقی رہے گا، بلکہ ان کی خلافت میں بادشاہت کا کچھ شائبہ شامل ہو جائے گا اور اختلافات و تشدد کے طوفان امڈ آئیں گے۔" قالہ الامام الطیبی رضی اللہ عنہ (مرقات ج ۵ ص ۵۵۱)

حدیث ۱۱

امام عبد بن حمید نے اپنی سند میں اور امام نعیم وغیرہ کی ایک سند کیساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ یعنی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداء سے فرمایا کہ "اے ابو درداء! تم ایک ایسے شخص کے آگے ہو کر چل رہے ہو جو تم (سب) سے افضل ہے" —— پھر فرمایا:۔ ——

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰى اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ (صواعق ص ۶۸ و خلاصۃ الابو لی ص ۱۴۴ و حاشیہ خیالی ص ۱۴۴)	یعنی اللہ کی قسم نبی کے سوا سورج نے کسی ایسے شخص پر نہ طلوع کیا ہے اور نہ غروب کیا ہے جو ابوبکر سے افضل ہو۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آج تک نبیوں کے سوا کوئی ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں —— مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ —— کہ نبیوں اور رسولوں کے بعد سورج نے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں کیا جو ابوبکر صدیق سے افضل ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ـــــــ

مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ مِنْکُمْ اَفْضَلَ مِنْہُ	کہ سورج تم میں سے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔

(الطبرانی وغیرہ بالسند ولہ شواہد بالصحۃ واشار الامام ابن کثیر الی صحتہ (صواعق ص۶۸)

ایک سوال و جواب اس حدیث میں تو افضل ہونے کی نفی ہے جس سے مساوات فی الرتبہ بھی ثابت ہو سکتی ہے ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال لغت پر مبنی ہے جو کہ عرف کے خلاف ہے۔ عرف کی رو سے یہی معنی ہوگا کہ سیدنا صدیق اکبر سب سے افضل ہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ

جب عرف و لغت میں تعارض ہو تو ترجیح عرف کو ہوگی کہ جب محاورہ میں کہا جائے کہ ـــــ لیس فی ھذا البلد احد افضل من زید ـــــ کہ اس شہر میں زید سے کوئی افضل نہیں ـــــ تو اس کا مفہوم لغوی تساوی کا نہیں بلکہ مفہوم عرفی افضلیت کا لیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ حسن چلپی حاشیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں ـــــ والعرف اذا عارض اللغۃ کان الترجیح للعرف (شرح مواقف ج ۸ ص۳۶۶) ـــــ نیز شرح تجرید میں ہے ـــــ ان الغالب من حال کل اثنین ھو التفاضل دون التساوی فاذا نفی افضلیۃ احدھما ثبت افضلیۃ الآخر (شرح تجرید مبحث الٰہیات ص۹) ـــــ یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے حال سے غالب تفاضل ہے تساوی نہیں تو جب ان میں سے ایک کی افضلیت کی نفی ہوئی تو دوسرے کی افضلیت ثابت ہوگئی۔ اس قاعدہ سے یہاں مفہوم عرفی معتبر ہوگا ـــــ نیز حدیث کا محل ورود اور واقعہ حضرت ابی الدرداء بھی مفہوم عرفی کا ہی مؤید ہے ـــــ

محاورات اور کلام کے سیاق کا یہی تقاضا ہے کہ ـــــ اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل بنایا جائے۔ اسی لئے علم کلام کے ماہرین

علماء نے اس حدیث سے یہی استفادہ کیا ہے چنانچہ علامہ فہامہ شمس الملۃ والدین امام احمد بن موسیٰ المعروف علامہ خیالی متوفی ۸۶۰ھ شرح عقائد کے حاشیہ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں

وَمِثْلُ هٰذَا السَّوْقِ لِاِثْبَاتِ اَفْضَلِيَّةِ الْمَذْكُوْرِ وَبِهٖ لِيَظْهَرَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَفْضَلُ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ اَيْضًا (حاشیہ خیالیہ صہ ۱۴ طبع مصر)

یعنی کلام کا اس جیسا سیاق شخص مذکور کی افضلیت کے اثبات کے لئے ہوا کرتا ہے اور اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی امتوں سے بھی افضل ہیں۔

اور وجہ ظہور یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث شریف ــــ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ الخ ــــ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غیر کی افضلیت کی نفی کو سورج کے طلوع وغروب پر معلق فرمادیا تو اس سے عموم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ طلوع آفتاب اس امت سے مختص نہیں ہے بلکہ باقی امتوں پر بھی آفتاب کا طلوع ہوا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عموم کلام پاک سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ صرف اس امت سے بلکہ تمام امتوں سے بھی افضل قرار پاتے ہیں۔ والحمدللہ

ایک سوال اور جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے بارے میں بھی تو فرمایا ہے کہ ــــ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ ــــ لہٰذا یہ اس حدیث کے خلاف ہوگی جو حضرت ابوبکر کی شان میں وارد ہوئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث مذکور علی الاطلاق ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث جسے امام ترمذی نے صحیح ترمذی میں روایت کیا ہے (صہ ۲۰۹ ج ۲) حضرت ابوبکر کے زمانہ کے بعد پر محمول ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی مخالفت اور تعارض باقی نہیں رہتا۔ فالحمدللہ

مسئلہ تفضیل بین خلائق کا تتبع

کسی کی افضلیت کے تعین کے لئے دو طریقے ہیں اول شارع علیہ السلام کی طرف سے نص سو شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ہیں جو نصوص وارد ہیں ان میں غور وخوض کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق کی افضلیت متعین ہو جاتی ہے بلکہ ان کی افضلیت میں لفظ افضل وخیر مدعی میں نص صحیح کے طور پر متعدد مشہور ہیں کیونکہ لفظ افضل وخیر جو کہ مدعی میں نص ہے حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح ومشہور ومسلم ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لفظ سید واحب وارد ہوا ہے وہ ان کی افضلیت کے لئے نص کی حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ آگے چل کر اس قسم کے تمام اعتراضات کے جوابات مذکور ہوں گے، دوسرا طریقہ ان اعمال وخدمات اسلام کا تتبع اور جائزہ لینا کہ دلیل افضلیت قرار پاتے ہیں تو اس لحاظ سے بھی حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہی حضرت علی مرتضٰے سے افضل قرار پاتے ہیں رضی اللہ عنہم

افضلیت کی بنا سات عملوں پر

محققین اسلام ومفکرین شریعت نے افضلیت کی بنیاد سات عملوں پر رکھی ہے

جہاد۔ علوم عامہ، علوم قرآنیہ۔ تقوٰی واتباع شریعت، زہد۔ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ وحسن سیاست ——— افضل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام امور میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑھکر ہو۔ اگر ہم ان سات امور میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تقابلی جائزہ لیں تو حضرات شیخین حضرت علی سے ان تمام امور میں بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پھر ان کی افضلیت سے انکار کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔

جہاد میں شیخین کی افضلیت

جہاد یقیناً وقطعاً معیار افضلیت ہے، قرآن میں ہے:۔

فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ ط وکلا وعد اللہ الحسنیٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرًا عظیما درجاتٍ منہ ومغفرۃً ورحمۃ وکان اللہ غفورًا رحیماً ہ

(سورت النساء آیت ۹۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا بیٹھنے والوں سے درجہ بلند کیا ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت بخشنے والا مہربان ہے۔

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جہاد میں شیخین سے افضلیت حاصل تھی لہٰذا وہ افضل ہوئے۔

جہاد کی تین قسمیں

ہم کہتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں اول ـــــ جہاد باللسان یعنی جہاد زبانی کہ اسلام کا پیغام پہنچانا، شریعت کے احکام سمجھانا اور وعظ و نصیحت کرنا، ترغیب و ترھیب اور حقانیت اسلام و صداقت مسلک پر دلائل قائم کرکے مخالفین کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا ـــــ دوسرا وہ جہاد جو جنگ کے وقت ہوتا ہے مثلاً عمدہ تدابیر سوچنا اور اچھی رائے قائم کرنا مخالفین کے دلوں میں رعب ڈالنا، عملی طور پر جنگ میں حصہ لینے کے لئے مجاہدین تیار کرنا اور اپنی فوج کو بڑھانا اور مال و دولت خرچ کرکے آلاتِ جہاد فراہم کرنا اور فوج کے لئے مناسب سواریوں کا بندوبست کرنا اور طرح طرح کے منصوبوں سے مخالفین اسلام کی جمعیت کو منتشر کرکے ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کرنا ـــــ تیسرا ـــــ جہاد بالید ـــــ اور تلوار و بندوق ہاتھ میں لیکر میدان کارزار میں پہنچنا اور دست بدست لڑنا ہے۔

اگر غور کیا جائے ـــــ تو معلوم ہوگا کہ جہاد کا یہ تیسرا قسم پہلے دو قسموں سے کم تر مرتبہ رکھتا ہے، اور پہلے دو قسموں کے مقابلہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ آنحضرت

Marfat.com

کو بھی جہاد کرنے کا حکم تھا - چنانچہ قرآن مجید میں ہے ـــــــ

یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّار وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ	یعنی اے نبی محترم کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمایئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(سورت توبہ آیت ۷۳ و سورت تحریم آیت ۹)

اور دوسری جگہ آپ کو یوں حکم ہوتا ہے ـــــــ

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (سورت نساء آیت ۸۴)	یعنی اے نبی محترم اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑیئے۔

اور خوب روشن کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود جہاد کے تیسرے قسم سے بنفس نفیس مصروف نہیں ہوتے البتہ پہلے دونوں قسم کے جہادوں میں بنفس نفیس شامل و شاغل رہے ـــــــ لہذا ہر صورت جہاد کے وہی دونوں قسم افضل و اعلےٰ ٹھہرے۔

اب انصاف سے دیکھا جائے تو حضرات شیخین جہاد کے ان دونوں قسموں میں تمام صحابہ سے پیش پیش رہے کیونکہ ابوبکر صدیق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے امتی ہیں جنہوں نے اپنی دعوت پر سب سے پیشتر تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا - انہی کی تبلیغ سے اکابر عمدہ صحابہ نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ ہمیشہ اسی تبلیغ میں مصروف رہے اور اس سلسلہ میں زبردست مصائب و آلام برداشت کیے۔ بلکہ آنحضرت کی مدافعت کرتے ہوئے قریش کے بے حد تشدد کا بارہا نشانہ بنتے اور لہولہان ہوتے رہے ـــــــ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس روز اسلام لائے اس روز ہی سے اسلام کو ظہور کا موقع ملا اور عبادات اسلام جو پوشیدہ انجام پاتی تھیں مکہ میں علانیہ ہونے لگیں - کفار مکہ جو مسلمانوں پر باز کی طرح جھپٹتے تھے اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے اور دونوں حضرات سے اسلام کو وہ قوت و غلبہ حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا وزیر و مشیر بنا لیا - چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَامن نبیّ الّا وَلہ وزیران من اھل السّمآء ووزیران من اھل الارض فامّا وزیرای من اھل السّمآء فجبریلُ ومیکائل وامّا وزیرای من اھل الارض فابو بکرٍ وعمر

(۱۔ صحیح ترمذی ج ۲ ص ۔)

یعنی ہر نبی کے آسمان والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ہوتے ہیں۔ پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرئیل ومیکائل علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زمین والوں سے میرے دو وزیر ابوبکر وعمر ہیں رضی اللہ عنہما

اور یاد رہے کہ ——— وزیر ایسے لوگوں کو بنایا جاتا ہے جو علم وفضل اور باقی صلاحیتوں میں اپنے تمام معاصرین سے بڑھکر ہوں جیسے جبرائیل ومیکائل تمام فرشتوں سے افضل ہیں اسی لئے حضور کے وزیر ہیں اسی طرح حضرات شیخین تمام صحابہ وباقی امت محمدیہ سے افضل ہیں اسلئے نگاہِ نبوت نے وزارت جیسے اہم عہدہ کے لئے ان کا انتخاب فرمایا

ابوبکرؓ وعمرؓ میرے کان اور آنکھیں ہیں (الحدیث)

اور انہی حضرات کی جانثاری اور خدمت گزاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر متاثر ہوئے کہ ان حضرات کو اپنے کان اور آنکھیں قرار دیا۔ چنانچہ امام ترمذی نے اپنی ترمذی " اور امام حاکم نے مستدرک میں اس کی صحت کا قول کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے اور امام طبرانی نے حضرت عمرو ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ———

اِنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی ابابکرٍ وعُمر فقال ھٰذان السّمع والبصرُ۔

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ وعمر فاروقؓ کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لیے) کان اور

آنکھیں ہیں۔

دوسری حدیث میں جسے امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے جابر سے اور امام ابویعلی نے روایت کیا ہے یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——

یعنی ابوبکر و عمر میری نسبت ایسے ہیں جیسے کان اور آنکھ سر کی نسبت	ابوبکرٍ و عمر منّی بمنزلۃ السمع والبصر من الرأس (صواعق ص۷۸)

غرض کہ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہم میں حضرات شیخین سے مشورہ فرماتے تھے، معاملہ خواہ امن کا ہو یا جنگ کا ان کے مشورہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا مسلمانوں کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کو متفرق و منتشر کرنے اور اسی طرح کے بڑے بڑے کارنامے حضرات شیخین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انجام دیئے، عالم اسلام کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کے شیرازے کو بکھیرنے اور اسلام کے غلبہ اور فتح و نصرت سے متعلق ان کی تدابیر آنحضرت قبول فرما کر عملی جامہ پہنانے کا حکم دیتے تھے: تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ حضرات شیخین نے متفق ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی مشورہ پیش کیا ہو اور آپ نے اُسے قبول نہ کیا ہو۔

نیز —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر بہادر ہونے کے باوجود پہلے دو قسم کے جہادوں میں مصروف رہے اور تیسرے قسم کا جہاد نہ فرمایا —— اس سے معلوم ہوا کہ وہی دو جہاد افضل ہیں ان میں مصروف ہونے والا یقیناً "افضل المجاہدین" کہلائے گا حضرات شیخین ان دونوں جہادوں میں تمام صحابہ سے بڑھ کر مصروف رہے —— لہذا ان کا جہاد افضل ہوا۔ اس طرح جہاد میں بھی حضرات شیخین ہی حضرت علی سے افضل ہوتے تیسرے قسم کے جہاد کے لیے بھی جب کہیں فوج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو اکثر و بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی سردار و کمانڈر بنا کر

بھیجا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تیسرے قسم کے جہاد میں خوب حصہ لیا۔

سب سے زیادہ بہادر ابوبکر تھے (حضرت علی)

امام بزاز رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کسی نے کہا آپ آپ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑوں سے لڑا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں ہے۔ لیکن مجھے بتاؤ سب سے بڑا بہادر کون ہے جو اپنے سے زیادہ قوی سے لڑا اور ہر میدان میں غالب رہا ——— لوگوں نے کہا۔ ہم نہیں جانتے ——— آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق

پھر آپ نے فرمایا کہ ———

"جنگ بدر کے روز ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سایہ بنا دیا جس کے نیچے آپ جلوہ فرماتے تھے، اور مشرکین و کفار کا زیادہ زور اسی طرف تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کون ٹھہرے تاکہ مشرکین و کفار کو آپ کی طرف نہ بڑھنے دے، تو ہم میں سے ابوبکر صدیق کے سوا کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق تلوار لے کر حضور کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب مشرکین آپ پر لپکتے کہ آپ کو شہید کر دیں تو حضرت ابوبکر صدیق ان پر ٹوٹ پڑتے اور مار مار کر بھگا دیتے۔"

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ———

ابتدائے اسلام میں ایک روز قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا۔ اور آپ پر حملہ کر دیا اور آپ سے لڑتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کہ ———

"تم ہی ہو، ہمارے خداؤں کو برا بتا کر ایک خدا کے داعی بن گئے ہو"

ہم سب دیکھ رہے تھے اور ہم میں سے کسی کو قریب جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ مگر ابوبکر صدیق رضؓ وہاں اڑ کر پہنچ گئے اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر قریش پہ ٹوٹ پڑے اور مار مار کر انہیں بھگاتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ ———

شہ اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بارہا نہایت بے جگری سے کفار کے ساتھ دست بدست بھی لڑے۔ منہ

تمہیں ہلاکت ہے تم ایک ایسے شخص کی جان کے درپے ہوگئے ہو جو خدائے واحد ولاشریک کو اپنا پروردگار مانتا ہے"

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی اور فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ قوم فرعون کے مومن جو موسےٰ علیہ السلام پر خفیہ ایمان لائے تھے بہتر ہیں یا قوم قریش کے ابوبکر صدیق؟

لوگ خاموش رہے پھر خود ہی فرمایا ——————

تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے —— قسم بخدا ابوبکر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قوم فرعون سے موسےٰ پر ایمان لانے والوں کے ہزار ہزار لمحات سے بہتر ہے۔ انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا مگر ابوبکرؓ نے اپنی جان کی پروا کئے بغیر قریش مکہ کے سامنے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا" (تاریخ الخلفاء ص ۳۵/۳۶)

علوم عامہ میں شیخین کی افضلیت

علم یقیناً وقطعاً معیار افضلیت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

یعنی فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں! یعنی نہیں ہوسکتے

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ حضرات شیخین افضل تھے۔

علم کی زیادتی کی دو صورتیں

علم کی زیادتی کی دو صورتیں ہیں ایک کثرت روایات و فتاوی کی صورت میں، دوسری صورت یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی خدمات سونپی ہوں، مثلاً مقدمات کے فیصلے کرنا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کی نگرانی کے لئے انہیں کو پسند فرماتے جو اس چیز کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات رکھتے اور سب سے کامل تر ہوتے تھے۔ اور

یہ امر بھی کسی سے مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور جہاد میں امیر کیا ـــــــ اور یہ بھی مسلم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کا معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا اور محدثین کرام کے نزدیک زکوٰۃ وصدقات کی اکثر روایات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہیں اور مسائل زکوٰۃ کی وضاحت وشرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے۔ اس کے برعکس ـــــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زکوٰۃ کے بارے میں ایک ہی حدیث مروی ہے اور وہ بھی درجۂ صحت کو نہیں پہنچتی اور اس میں وہم واقع ہوا ہے اس لئے علماء شریعت نے اسے ناقابل عمل قرار دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے،

ـــــــ ان فی خمس وعشرین من الابل خمس شیاہ ـــــــ یعنی پچیس اونٹوں میں پانچ بکریاں ہیں ـــــــ جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض ہے اور بنت مخاض اونٹ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو اپنی عمر کے دوسرے سال میں شروع ہو،

اور ـــــــ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہر مرحلے پر حضر میں اور سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ کسی بھی مرحلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ یہ حضرات پیچھے رہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سے جدا رکھا ـــــــ جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض مواقع پر اپنے پیچھے چھوڑا مگر شیخین کریمین کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی خاص مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ فرمایا ـــــــ اس سے بھی حضرات شیخین کی علمیت واہمیت کے زیادہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم قرآن ـــــــ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ـــــــ کہ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیا کیجئے، انہیں اپنا مشیر وزیر مقرر فرما دیا۔

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات شیخین سے مشورہ کرتے رہنے کا حکم دیا

چنانچہ آیتِ کریمہ ــــ وشاورھم فی الامر ــــ کے بارے میں امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان دونوں سے ہر بات میں مشورہ لیا کریں۔ ــــ اس کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــــ انّ اللّٰہ اَمرنی ان استشیر ابابکر وعمر (صواعق ص۶۶) ــــ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا امر فرمایا ہے کہ میں ابوبکر و عمر سے مشورہ لیا کروں اور یہ مسلّم ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم کو ان ہی سے مشورہ لینے کا حکم فرمائیگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کمالات علمی و عملی میں جن کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کریمین علم میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

علم کے زیادہ ہونے کی پہلی صورت یعنی کثرت روایات وفتاوئ ــــ سو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب زمانہ کیوجہ سے آپ سے روایت کی حاجت نہ پڑی ــــ نیز آپ حج و عمرہ کے سوا مدینہ منورہ سے کہیں باہر تشریف نہ لے گئے کہ لوگ ان سے روایات سنتے اور آگے بیان کرتے۔ بلکہ آنحضرت کے وصال کے بعد ہی اس قدر فتنے کھڑے ہو گئے کہ آپ کو چھ مہینے لڑائی لڑنا پڑی اور فتوحات کو پھیلانے کا مسئلہ ایک الگ غور طلب تھا۔ اس لئے لوگوں کو آپ سے روایات لینے اور فتاوئ جات دریافت کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا ــــ البتہ کہیں سخت ضرورت پڑی تو آپ نے وہاں

اپنے کمالات علمیہ کے ایسے جواہر بکھیرے کہ عقدے حل ہو گئے۔

چنانچہ مانعین زکوٰۃ و مرتدین سے قتال کرنے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پاجانے پھر وفات کے بعد دفن کرنے کی جگہ کے تعین، انتخاب خلیفہ اور مانعین زکوٰۃ و مرتدین کے بارے میں جب صحابہ کی باہمی قیل و قال شروع ہوئی اور سب کے لئے قابل قبول و قابل عمل حل کسی کے ذہن میں نہیں آرہا تھا ——— اسوقت آپ نے مداخلت فرمائی اور اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے ایسے حل پیش کئے کہ جمیع صحابہ کرام کو متفق ہونا پڑا۔

حضرت علی رض، حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض نے حضرت ابوبکر رض صدیق سے فیض پایا

اس کے باوجود کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تھوڑا عرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے حضرات شیخین کے سب سے زیادہ علم والے اور فقہ و فتویٰ کے سب سے زیادہ ماہر ہونے کی دلیل میں حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد بہت بڑی حجت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ ———

مَنْ كَانَ يُفْتِي النَّاسَ فِي زمنِ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابوبكرٍ و عُمَرُ مَا اعلمُ غيرهُمَا (تاریخ الخلفاء صـ ۳۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کون کون سے صحابہ لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر اور ان کے علاوہ کسی اور کا مجھے علم نہیں۔

آپ سے ایک سو پینتالیس [۱۴۵] احادیث صحیحہ مروی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و عمر فاروق و کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایسے جلیل القدر صحابہ نے وہ روایات آپ سے لیں اور اس طرح آپ سے مستفیض ہوئے اس کے برعکس حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تیس سال ایسا طویل عرصہ زندہ رہے ادھر ادھر دور دراز علاقوں میں تشریف

Marfat.com

لے گئے اور آپ کے زمانہ میں طرح طرح کی بدعات کا ظہور اور تنازعات و مخاصمات کا عروج رہا۔ اس وقت علوم نبویہ کے اظہار کی از حد ضرورت تھی اور تیس سال کا اتنا بڑا زمانہ بھی آپ کو میسر آیا لیکن اس کے باوجود آپ کی روایات کی تعداد پانچ سو چھیاسی ۵۸۶ سے آگے نہیں بڑھی لیکن اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس قدر یعنی تیس سال کا عرصہ میسر آتا تو اس تناسب سے آپ کی روایات کی تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے تین چار گنا زائد ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کئی گنا زیادہ علم رکھتے تھے ——— یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت تھوڑا عرصہ حیات رہے مگر اس کے باوجود آپ کی روایات پانچ سو چھتیس ہیں اور آپ کے فتاوی ان روایات سے از حد زیادہ ہیں ——— بلکہ فقہ کے ہر مسئلہ میں آپ نے گفتگو کی اور تحقیق حق فرمائی۔ اسی طرح سلوک و معرفت اور عقائد کے مسائل نیز تفسیر قرآن میں بھی بیان و ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی روایات و فتاوی و احکام و سلوک و معرفت کے ارشادات جمع کئے جائیں تو کئی ایک ضخیم کتابیں معرض وجود میں آئیں ——— باوجودیکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تقریباً سترہ سال زیادہ عمر پائی ہے۔ اتنے طویل عرصہ کی حیات کے فرق کے باوجود حضرت علیؓ کی روایات حضرت عمرؓ کی روایات سے صرف انتالیس حدیثوں سے بڑھ جاتی ہیں ——— اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر حیات مستعار پاتے تو آپ کی روایات حضرت علیؓ کی روایات سے کئی گنا بڑھ جاتیں ——— اس سے روشن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

نیز علاوہ ازیں ——— حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متانت تقریر، قوت تفہیم اور حسن تعلیم کا نظر انصاف سے جائزہ لیا جائے تو

بہت فرق نظر آئے گا کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوئی مختلف فیہ و متنازعہ فیہ مسئلہ حل نہ ہوا اور آپ کی تقریرات سے کسی قسم کا نزاع طے نہ ہوا اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نوبت تفہیم و حسن تعلیم نے کسی مسئلہ کو نزاعی رہنے ہی نہ دیا۔

علم قرآن میں شیخین کی افضلیت

علم قرآن بھی یقیناً و قطعاً معیارِ افضلیت ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے —— وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

ہم نے آپ کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے (سورۂ نحل آیت ۸۹) —

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علوم قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل تھے۔ لیکن اس دعویٰ کی بنا صرف خوش اعتقادی پر ہے —— حقیقت یہ ہے کہ علوم قرآن میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ ہی سب سے افضل تھے۔

علوم قرآن کی دو قسمیں

علوم قرآن کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کا تعلق معنے و مطلب اور تفسیر و تشریح کے ساتھ ہے اور دوسری قسم کا تعلق نظم قرآن کو خوبی اور حسن ادائیگی کے ساتھ تلاوت کرنے کے ساتھ ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ ان دونوں اقسام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات شیخین سے بڑھکر نہیں تھے —— بلکہ حضرات شیخین علوم قرآن کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس پر اہل سیر و مورخین تک متفق ہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ —— علوم قرآن میں حضرت ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم برابر تھے اور حضرت عثمانؓ اس سلسلہ میں حضرت علی سے بڑھکر تھے کہ انہوں نے لوگوں کو مختلف قراتوں کے اختلاف و نزاع سے بچاکر ایک قرات پر جمع کیا اور محافظت الٰ

اور رسم الخط آپ کا بیمثال کارنامہ ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کی بنیاد بھی حضرات شیخین کی مساعی جمیلہ ہیں جن سے قرآن کریم سینوں سے صحیفوں میں نقل ہو کر موجودہ ترتیب کیساتھ معرضِ شہود میں آیا۔

نیز ——— اگر اس مسئلہ میں منصفانہ غور کیا جائے تو حضرات شیخین علوم قرآن میں سب سے زیادہ فائق و افضل تھے ——— چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے مصلے پر کھڑا کر کے امامت کرانے کا حکم فرمانا اس کا بین ثبوت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہدایت یہ تھی کہ ——— فلیومکم اقرءکم بکتاب اللہ واعلمکم بالسنۃ ——— کہ تمہارا امام اسے ہونا چاہیئے جو تم سب سے زیادہ قرآن دان اور سنت کا عالم ہو ——— پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا مصلےٰ سونپا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ قرآن وسنت کے سب صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کی بنا انہیں امام نہ بنانے کا مشورہ عرض کرنا اور ان کے بعد ان کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی پیش کرنا اس بات کی روشن ترین دلیل ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ قرآنی علوم کے سب سے زیادہ عالم تھے ——— لہذا علوم قرآن میں حضرات شیخین ہی سب سے زیادہ افضل تھے۔

حدیث " اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا " ——— کی بحث

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ——— انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابھا ——— کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں ——— اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم

زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ——"ان ذالك الحديث مطعونٌ فيه" (صواعق صہ۳۴) —— کہ یہ حدیث مطعون فیہ یعنی ضعیف ہے اور ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ حدیث ضعیف افضلیت میں کارآمد نہیں ہوتی اور اگر اس کی صحت یا حسن کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے آگے کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں —— فابو بکرٍ محرابھا —— کہ ابوبکر اس شہرِ علم کا محراب ہیں —— اور یہ حدیث امام دیلمی کی کتاب —— الفردوس —— میں اس طرح ہے:۔

انا مدينة العلم وابوبكرٍ اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعليٌّ بابها (صواعق صہ۳۴)	یعنی میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد اور عمر اس کی چار دیواری اور عثمان اس کی چھت اور علی اس کے دروازے ہیں۔

اس حدیث سے سب سے پہلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوئی کہ بنیاد ہی سب کچھ ہوتی ہے دروازہ کا نمبر تو بعد میں آتا ہے۔ پہلے بنیاد پھر چار دیواری پھر چھت پھر دروازہ ہوگا۔ ورنہ بنیاد چار دیواری اور چھت کے بغیر دروازہ بیکار ہو کر رہ جاتا ہے —— اس حدیث سے افضلیت حسبِ ترتیبِ خلافت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اہلسنت ہی کے عقائد کی مؤید ہے۔

تقویٰ و اتباعِ شریعت میں شیخین کی افضلیت

تقویٰ و اتباع بھی یقیناً و قطعاً معیارِ افضلیت ہیں قرآن مجید میں ہے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُم

بے شک اللہ کے ہاں بڑے رتبے والا وہی ہے جو تم سب میں بڑا پرہیز گار ہوگا

Marfat.com

تقویٰ واتباعِ شریعت واطاعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضرات شیخین ہی سب سے پیش پیش رہے ——— اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوگی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی بھی موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری سے انکار تو بڑی بات ہے تغافل وتساہل تک نہیں فرمایا اور کبھی ایسی بات کا ارادہ تک نہیں کیا اور سوچا تک نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب ایذا و رنج ہوسکتی تھی ——— چنانچہ صلح حدیبیہ اور اسیرانِ بدر سے فدیہ لینے کے موقعہ پر اور اسی طرح کے ہر نازک محل پر جس امر کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع کریم کا میلان محسوس فرمایا اسی امر کا مشورہ دیا۔

اس کے برعکس ——— مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بی بی فاطمہ طیبہ طاہرہ کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا ارادہ فرمایا اور پیغام نکاح بھیجا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا آپ ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور بحالت ناراضگی ارشاد فرمایا کہ ———

"علی ابن ابی طالب کو ہرگز لائق نہیں اور نہ اجازت ہے کہ وہ نبی اللہ کی صاحب زادی کے گھر میں ہوتے ہوئے عدو اللہ یعنی دشمن خدا کی بیٹی کو گھر میں بیاہ لائے"

نیز ——— مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ نماز تہجد کے بارے میں بھی مورد عتاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں روگردانی نہیں فرمائی اور نہ کبھی ایسی بات کا سوچا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ——— البتہ کئی ایک مواقع پر بعض امور میں آپ کے مشورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلان طبع مبارک کے خلاف واقع ہوتے تو ان مشوروں میں کسی طرح کی ذاتی

غرض یا خواہش نفس کو کوئی دخل نہ تھا محض للّٰہیت اور فرط جذبۂ اسلامی و فرط غیرت ایمانی
کے تقاضے تھے اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ان جذبات کو قدر کی نگاہوں
سے دیکھا اور اس پر آپ کی تعریف و توصیف فرمائی اور آپ کو حضرت نوح علیہ السلام
کے جذبات کا مظہر قرار دیا ——— اور آخر کار وحی الٰہی بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
مشوروں کی تائید میں نازل ہوئی۔ اس کو کوئی عقلمند خلاف شرع یا خلاف تقویٰ تصور نہ کریگا بلکہ
آپ کے خلوص جذبات وحب فی اللہ وبغض فی اللہ اور اشدا علی الکفار کی عملی تفسیر سے
تعبیر کرے گا۔ اس سے آپ کی شان افضلیت میں کمی نہیں زیادتی ثابت ہوتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ ——— علمار کرام نے ایسے مواقع پر آپ کے مشوروں کی
تائید و حمایت میں نازل ہونے والی آیات کو ——— موافقات عمر ——— کے عنوان
سے آپ کے فضائل و مناقب میں شمار کیا ہے۔

زہد و ترک دنیا اور توجہ الی اللہ

زہد و ترک دُنیا میں شیخین کی افضلیت

بھی معیار افضلیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ———

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

سورت یونس آیت ۸

اے نبی محترم فرما دیجئے کہ وہ خدا کے فضل و رحمت کی خوشیاں منائیں یہ (خدا کا فضل و رحمت) ان کے اس مال و دولت سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔

شیعہ صاحبان یا تفضیلیے حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے
کہ زاہد اور تارک الدنیا تھے لیکن ہماری گذارش یہ ہے کہ حضرات شیخین کریمین یعنی
صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سب سے بڑھ کر زاہد اور تارک الدنیا تھے۔

آیئے! ــــــ ذرا اس حقیقت کا صحیح جائزہ لیجیے۔

زہد کی تعریف

اس حقیقت کا جائزہ لینے سے پیشتر لفظ زہد کا مفہوم ذہن نشین کرنا بھی ضروری ہے تاکہ صحیح صورت حال کو سمجھ سکیں کوئی دقت نہ ہو زہد "دُنیا کے ساز و سامان، اولاد، ازواج، خدام اور جاہ و حشمت سے قطع نظر کرکے آخرت کی فکر کرنے" کا نام ہے ــــــ اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرات شیخین کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ زہد و ترکِ دُنیا اور فکرِ آخرت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زہد

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس وقت آپ کے پاس بہت سا مال تھا جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی در رضا میں صرف کر دیا کئی ایک مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر شاہد ہے ــــــ یہاں تک کہ اپنا سب مال و متاع اور گھر کا اثاثہ تک اسلام پر لٹا دیا اور گھر میں اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب آپ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب ہوتے اس وقت آپ بہت کچھ کر سکتے تھے۔ معاشی حالات بہتر بنانے کے لئے آپ کو سنہری مواقع میسر تھے ــــــ فتوحات میں حاصل ہونے والی غنیمتیں، زمینیں سونے اور چاندی کے ڈھیروں کے ڈھیر، غلام اور لونڈیاں، بیت المال کے خزانے وغیرہ۔ غرضیکہ وہ کیا کچھ تھا جو آپ کے قبضہ و تصرف میں نہ تھا۔ سب کچھ پر قبضہ تھا ہر سیاہ سفید کے مالک تھے ــــــ اس حال میں اپنے اور اپنی اولاد و اہل و عیال کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے اور نہیں تو اچھی خاصی تنخواہ لے سکتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے

Marfat.com

نہ اپنے لیے کچھ کیا نہ اہل وعیال کے لئے اور نہ خویش واقربا کو کوئی منفعت پہنچائی۔ تنخواہ یا وظیفہ بھی اتنا لیا کہ جس سے قناعت کے ساتھ وقت پاس ہوتا تھا۔

تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے کہ آپ نے قناعت وکفایت پر مبنی روزمرہ کی ضروریات سے زیادہ کچھ لینا منظور نہ کیا اور اتنا لینا بھی گوارہ نہ فرمایا جو آپ کے اہل وعیال کی آئندہ ضروریات کے لئے پس انداز ہوتا رہتا اور آپ کے بعد ان کے کام آتا ——— جب آپ کا وصال ہوا تو اپنے پیچھے ایک آدھ کھجور کے سوا کوئی جائیداد نہ چھوڑی۔ نہ کھیتی نہ زمین اور نہ درہم و دینار وغیرہ ——— البتہ ایک حبشی غلام ایک نحیف وکمزور سا اونٹ اور اوڑھنے کی ایک چادر یہ بھی ورثہ میں نہیں چھوڑا بلکہ حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیا اور فرمایا:-

"تم بیت المال سے سواری اور خادم نہ لینا بلکہ یہی قبول کرلو اور اسی پر گزارا کرنا ———"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کر کے فرمایا ———

——— رحمك الله يا ابا بكر ولقد اتعبت من جاء بعدك ——— اے ابوبکرؓ اللہ تم پر رحمت کرے تم نے ریاضت وقناعت کر کے اس شخص کے لئے مشقت پیدا کردی جو تیرے بعد خلیفہ ہوا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنایا جائے تو کیا آپ کتاب وسنت اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں کتاب وسنت پر عمل کروں گا۔ شیخین کی سیرت پر عمل کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ فرمایا کہ اپنے آپ کو ان کی سی ریاضت ومشقت اور ان کے سے زہد وقناعت کا متحمل محسوس نہ فرماتے تھے۔

اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو دھلے ہوئے پرانے کپڑوں کا کفن دیا جائے ——— کیا تاریخ عالم کسی سربراہ مملکت کے زہد و

ترکِ دنیا کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے ؟ ہرگز نہیں ـــــــ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زہد

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حال بھی اسی طرح ہے

آپ بھی بیت المال سے بہت کم وظیفہ لیتے تھے آپ کی اہلیہ اس قلیل وظیفہ سے قدرے قدرے پس انداز کرتی رہیں اور جب عید کا موقع آیا تو اچھا سا کھانا پکایا ـــــــ آپ نے دیکھا کہ قناعت و کفایت پر مبنی روزمرّہ کی ضرورت کیلئے بیت المال سے جو وظیفہ ملتا ہے اس سے تو ایسا کھانا تیار نہیں ہو سکتا آپ نے اپنی اہلیہ سے دریافت فرمایا کہ زائد رقم کہاں سے آئی تھی ؟ انہوں نے واقعہ بتایا آپ نے یہ کہکر کہ پھر تو اس قدر رقم کے بغیر ہمارا گزارا چل سکتا ہے اتنا سی رقم اپنے وظیفہ میں کم کر دی ۔ وصال سے قبل آپ کی بھی یہی وصیت تھی کہ پرانے دُھلے ہوئے کپڑوں میں آپ کو کفن دیا جائے ۔

(ملاحظہ ہو بشری الکئیب بلقاء الحبیب للامام السیوطی)

ان دونوں بزرگوں نے اپنے دلوں کو محبت و اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا معمور کیا ہوا تھا کہ ان کی نظروں میں جہان و دولت کی کوئی وقعت نہ تھی ع

"کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا"

حضرات شیخین سربراہ مملکت اسلامیہ تھے مگر نہ اپنے لیے کچھ جمع کیا نہ اہل و عیال کے لیے نہ خویش و اقربا کو فائدہ اٹھانے دیا۔ یہی حقیقی زہد و ترکِ دنیا ہے۔

اس کے برعکس ـــــــ

مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم زہد و ترکِ دنیا میں شیخین سے بڑھ کر تو کیا ان کے برابر بھی نہیں تھے ـــــــ آپ نے بہت سا ساز و سامان جمع کیا ۔ زمینیں خریدیں کھیت اور باغات حاصل کیے ، وصال کے بعد چار بیویاں تیس لڑکے لڑکیاں اور انیس لونڈیاں اور بہت سے غلام چھوڑے ـــــــ پھر اپنی اولاد کے لئے بہت سا اثاثہ اور ساز و

سامان جمع فرمایا اور انہیں اسقدر زمینیں دیں کہ وہ صاحب نصاب اور غنی کہلانے تھے اور ان پر زکواۃ عائد ہوتی تھی ——— آپ کی متروکہ زمینوں جو بعد میں آپ کی اولاد کے نام منتقل ہوئیں کی پیداوار کا تو حساب ہی کیا صرف باغ متروکہ کا جو پھل آتا تھا وہ تیس ہزار من ہوتا تھا۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ———

زہد حقیقی اس بات کا نام ہے کہ نہ تو خود دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہو اور نہ ہی اپنے اہل وعیال اور اقارب واولاد کو دنیا کی نفع رسانی کرے ——— حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا اس کی رو سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد وترک دنیا اور باقی سیرت طیبہ میں مظہر اتم تھے۔ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر اس قدر احتیاط سے چلے کہ سر مو بھی منحرف نہ ہوئے نہ خود دنیا سے لطف اندوز ہوئے اور نہ اولاد واقارب کو ہونے دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتہائی اقارب سے حضرت طلحہ بن عبیداللہ بھتیجے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر حضرت کے صاحب زادے اور حضرت عائشہ صاحب زادی تھیں کسی کو نہ کوئی عہدہ دیا نہ کسی جگہ کا عامل بنایا اور نہ کسی کو مالی منفعت پہنچائی

اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے ——— لذت دنیا سے خود بھی دور رہے اور اولاد واقارب کو بھی دور رکھا۔ ایک مرتبہ نعمان بن عدی کو جو آپ کے اقارب سے تھے میتنہان کا عامل مقرر فرمایا پھر اس احساس کے تحت کہ یہ تو اقارب سے ہیں معزول فرما کر کسی اور کو ان کی جگہ مقرر فرما دیا تھا حالانکہ آپ کی اولاد واقارب سے سعد بن زید، ابوجہم بن حذیفہ اور خارجہ بن خذاعہ عمر بن عبداللہ وعبداللہ بن عمر ایسے باصلاحیت واہل علم حضرات موجود تھے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا ——— وصال سے پیشتر کچھ بزرگوں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے صاحب زادے عبداللہ بن عمر کو اپنا جانشین فرما دیں مگر آپ نے یہ عذر کر کے کہ

"میرا لڑکا عبداللہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتا اور ایک مملکت کے

سربراہ کے لئے نہایت بردبار اور متحمل انسان کی ضرورت ہوتی ہے" —— ان کے مشورہ کو قبول نہ فرمایا۔

ایک تقابلی جائزہ

لیکن اس کے برعکس مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خاندان اور اقارب سے حضرت عبداللہ بن عباس کو یمن کا، قثیم بن عباس کو مکہ معظمہ کا اور سعد بن عباس کو مدینہ منورہ کا اور اپنے بھانجے مغدہ بن ہبیرہ کو کوفہ کا اور اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کردار پر —— معاذاللہ —— تنقید نہیں ہے انہوں نے جو کچھ کیا اور جو کچھ فرمایا ہماری چشم عقیدت میں وہ درست ہی تھا لیکن بات بڑی ہے زہد اور ترکِ دنیا کی —— حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عزیز و اقارب بھی ان مناصب جلیلہ کے یقیناً لائق و مستحق تھے مگر ان کی شانِ زہد نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ خود کو یا اپنے عزیز و اقارب کو دنیا کے عیش و عشرت سے ہم کنار کرتے —— لہٰذا یقیناً و قطعاً حضرات شیخین رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زہد میں بھی افضل و برتر تھے - اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھانے پینے اور پہننے میں تو زہد ہی کو اختیار فرما رکھا تھا کہ خشک خوری اور خشن پوشی آپ کی صفت تھی —— مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زہد یہیں تک محدود رہا۔ —— لیکن حضرات شیخین تمام امور میں زاہد بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد —— افضل الزاہدین واقع ہوئے ہیں۔

صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں شیخین کی افضلیت

صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنا) بھی یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

(حدید، آیت ۱۰)

تم میں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا (اور وہ جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہاد کیا) برابر نہیں وہ (فتح مکہ سے قبل خرچ و جہاد کرنے والے) مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ کر لیا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ہم سر نہیں ہو سکتے بلکہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں وہ سب سے سبقت لے گئے تو بجا ہوگا (مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع اور بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا اور جیش عسرت کی تجہیز فرمانا) الغرض جہاد بالمال میں انتہا کو پہنچے ——— لیکن حضرت ابوبکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما جہاد و علم و زہد میں ان سے افضل تھے۔

غرضیکہ ——— صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ میں بھی حضرات شیخین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل و اسبق ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے جسے امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں حضرت علی کرم اللہ

وجہ سے روایت کیا ہے ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ———

رحم اللہ ابا بکرٍ زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الہجرۃ واعتق بلالاً من مالہ وما نفعنی مالٌ فی الاسلام ما نفعنی مالُ ابی بکرٍ الخ (ترمذی)

یعنی اللہ تعالےٰ ابوبکر پر رحمت فرمائے انہوں نے اپنی صاحب زادی کی مجھ سے شادی کی اور مجھے دار ہجرت تک سوار کر کے لائے ——— اور اپنے مال سے بلالؓ کو آزاد کیا اور مجھے اسلام میں کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جس قدر کہ ابوبکر کے مال نے فائدہ دیا۔

امام ابویعلیٰ اپنی مسند میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ———

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقضی فی مال ابی بکرٍ کما یقضی فی مال نفسہٖ الخ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح بے دریغ خرچ کرتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء صـ ۳۶/۳۷)

خلافت و حسن سیاست میں شیخینؓ کی افضلیت

خلافت و حسن سیاست اور مملکت اسلامیہ

پر واقع ہونیوالی مشکلات پر قابو پانا، مملکت اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور توسیع و تدبیر کرنا بھی معیارِ افضلیت ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

یعنی اللہ نے تم میں سے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اس بات کا وعدہ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ الخ

(نور آیت ۵۵)

کر لیا ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ پہلوں کو دی، اور ان کے اس دین کو خوب جما دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن و سکون سے بدل دیگا، میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں!

بلکہ یہ درحقیقت اسلام میں جمیع اعمال حسنہ پر حاوی ہے اس میں بھی حضرات شیخین کی افضلیت ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فتنۂ مرتدین واقع ہوا، اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ثابت قدم واقع نہ ہوا۔ ان کے دلائل سے سب سے پیشتر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شرح صدر ہوا۔ ——— حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسن سیاست اور خوبیٔ تدبیر سے اس فتنہ کا قلع قمع ہوا طلیحہ اسدی، اسود عنسی، مالک بن نویرہ اور مسیلمہ کذاب ایسے جھوٹے مدعیان نبوت سے معرکے ہوئے اور ان کا قلع قمع ہوا۔ بحرین فتح ہوا، عراق و شام کی فتوح کی ابتدا ہو چلی تھی جو مکمل طور پر زمانۂ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں فتح ہو گئے ——— ان حضرات کے زمانۂ مبارک میں جو فتوحات ہوئیں ان سے اسلام کو بے پناہ قوت نصیب ہوئی اور وہ اسلام کے استحکام عظیم کے لئے بنیاد قرار پائیں۔

لیکن اس کے برعکس ———

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایک بستی بھی فتح نہیں ہوئی اور باہمی خانہ جنگی کے سوا کوئی نمایاں کام نہ ہوا، یہاں تک نمازیں، تلاوتیں اور عبادات تک طاق نسیان پر رکھدی گئیں، اکابرین اسلام میں طعن و تشنیع اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کے سوا کوئی شغل باقی نہیں رہ گیا تھا ——— بلکہ ان کے زمانے کے اٹھتے

Marfat.com

فتنے آجتک فرو نہیں ہوئے اور نہ تا قیامت فرو ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہ بزرگ ہستی اور لاکھوں احترام کے لائق ہونے کے باوجود حضرات شیخین بلکہ کہنا چاہیئے حضرات ثلاثہ سیدنا ابوبکر رضؓ عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے ہرگز افضل نہیں ہو سکتے بلکہ مذکورہ حقائق کی رو سے جمیع اہلسنت کو اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات شیخین کریمین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل اور عنداللہ بزرگ تر ہیں۔

Marfat.com

بسیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسب ترتیب خلافت افضلیت کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی جا سکتی ہیں مگر ہم بخوفِ طوالت انہیں پر اکتفا کرتے کے بعد کتب عقائدِ اہلسنت سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

حسب ترتیب خلافت حضرت

ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت

کتب محققین اہلسنت کی روشنی میں!

جیسا کہ گذشتہ تحقیق سے واضح ہے کہ شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی الترتیب تمام امت محمدیہ سے افضل و اعلیٰ ہیں پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت مولائے مومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم اپنے زمانۂ خلافت اور بعد والوں سے افضل ہیں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت علی الترتیب پر تو تمام اہلسنت وجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے، مگر حضرت غنی رضی اللہ عنہ کے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر بھی جمہور اہلسنت وجماعت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں اہلسنت وجماعت کے محققین و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات شریفہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہ رح کا مسلک

سراج امت مجتہد دین وملت سیدنا و مولانا امام الائمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَ افضل النّاس بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عثمانُ بن عفّان

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی

ثُمَّ عَلِیُّ بن اَبِی طَالِب رضی اللہ عنہم | طالب رضی اللہ عنہم اجمعین)

اجمعین (فقہ اکبر مع شرح علی قاری مصری صہ ۶۱، ۶۲، ۶۳)

حضرت مولانا علامہ علی قاریؒ کی بہترین تشریح

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ

ارشاد کی تشریح میں حضرت علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ـــــــ

فَهُوَ اَفْضَلُ الْاَوْلِیَاءِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَحُكِیَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی ذٰلِكَ (شرح فقہ اکبر صہ ۶۱)

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اولین و آخرین صحابہ و اولیاء سے افضل ہیں ۔ اس پر اجماع منقول ہے۔

پھر فرماتے ہیں (بخوف طوالت ان کی عربی عبارت کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :

" اس مسئلہ میں رافضیوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے (الی ان قال) اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہلسنت وجماعت نے اجماع واتفاق کیا ہے ۔ مقام تحقیق میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری کے دوران انہیں امامت کے لئے مقرر فرمانا ہے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت صحابہ کرام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو ہمارے دین یعنی نمازوں کی امامت کے لئے پسند کر کے مقرر فرمایا تو ہم آپ کو دنیا یعنی عہدۂ خلافت کے لئے کیونکر پسند نہ کریں (الی ان قال) اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا علی الترتیب کل امت سے افضل ہونا جمیع اہلسنت میں متفق علیہ ہے اور حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت کا مسئلہ بھی اسی ترتیب سے ہے۔ بعض اہل کوفہ و بصرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے

افضل کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفضیل مروی ہے اور صحیح وہی ہے جو جمہور اہلسنت کا مسلک ہے۔ کہ حضرت عثمان حضرت علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ظاہری روایت بھی یہی ہے۔ اس بنا پر کہ فقہ اکبر میں آپ نے افضلیت کی ترتیب کے مطابق ارشاد فرمائی ہے" (شرح فقہ اکبر صہ ۶۳/۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا اہلسنت اور جمیع سلف کے خلاف ہے

بعد ازاں حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں

وَلَا یَخْفٰی اَنَّ تَقْدِیْمَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الشَّیْخَیْنِ مُخَالِفٌ لِمَذْہَبِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ عَلٰی مَا عَلَیْہِ جَمِیْعُ السَّلَفِ

(شرح فقہ اکبر صہ ۶۴)

اور مخفی نہ رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا اہلسنت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہے اس مسلک کی بنا پر کہ جس پر گذشتہ جمیع اکابر اہلسنت ہیں۔

اس کے بعد مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضرت ابوبکر صدیق کا سب سے افضل ہونا قطعی ہے

وَالَّذِیْ اَعْتَقِدُہٗ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَعْتَمِدُہٗ اَنَّ تَفْضِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَطْعِیٌّ

(شرح فقہ اکبر صہ ۶۴)

اور جس کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اور جس پر اللہ کے دین میں، میں اعتماد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا قطعی ہے

پھر موصوف اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کل امت سے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قائم مقام امام مقرر فرمایا۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ جس کی امامت اولی ہو، وہی افضل و اعلیٰ ہوگا۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدینہ میں حاضر تھے اسی طرح دوسرے اکابر صحابہ بھی موجود تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنی جگہ امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی اس وقت تمام انسانوں میں افضل و اعلیٰ مقام و منزلت والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلے سے پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ـــــ اَبَی اللّٰہُ والمؤمنون اِلَّا اَبَا بَکر ـــــ کہ "اللہ اور ایمان والوں کو ابوبکر کے سوا کسی کو میری جگہ کھڑا کرنا منظور نہیں" انہیں روک دیا۔

اسی طرح امام مطلق امام کمال الدین بن ہمام رضی اللہ عنہ اپنی مشہور کتاب المسامرہ شرح مسایرہ ج ۲ ص ۱۴۲ میں اور امام سراج الملۃ والدین علی بن عثمان اوشی رضی اللہ عنہ بدر الامالی پھر حضرت مولانا محدث ملا علی قاری اس کی شرح ضوء المعالی پھر بعض المحققین اس کی شرح تحفۃ الاعالی ص ۴۵ اور علامہ تفتازانی شرح عقائد ص ۱۴۰، ۱۴۱ طبع مصر میں فرماتے ہیں

ارشاد غوث اعظم

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا و مولانا الشیخ السید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور تصنیف لطیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء میں سے سب سے افضل و اعلیٰ سیدنا	وافضل الاربعۃِ ابوبکرٍ ثُمّ عُمرُ ثُمّ عثمانُ ثُمّ علیٌّ رضی

Marfat.com

اللہ عنہم۔

(ص ۵۰، طبع مصر)

ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ عنہم

سادات حضرات بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق عقیدہ رکھیں، یہی حق و صواب ہے۔ اس کے خلاف باطل و عذاب، جو سید تفضیل شیخین میں یہ عقیدہ نہ رکھے وہ گمراہ اور بدمذہب ہے۔

ارشاد امام غزالی

امام محمد بن محمد غزالی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَّ الاِمَامَ الحَقَّ بَعدَ رَسُولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عثمان ثُمَّ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہم

کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امام برحق حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۲)

پھر فرماتے ہیں:۔

اَنَّ فَضلَ الصَّحَابَۃِ رضی اللہ عنہم عَلٰی حَسَبِ تَرتِیبِہِم فِی الخِلَافَۃ

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۲)

ارشاد امام ابواللیث سمرقندی

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اجمعوا اَنَّ خَیرَ ہٰذِہِ الاُمَّۃِ بَعدَ نَبِیِّہَا ابُوبَکرٍ ثُمَّ عُمَرُ رضی اللہ عنہما

کہ تمام اہلسنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق

(بستان العارفین مصری ص ۱۸۶)

[بد]عتی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

فقہاء کرام جہاں فرماتے ہیں کہ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس میں فسق اعتقادی کو بھی اولین اہمیت دیتے ہیں چنانچہ [م]بتدعین میں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے تفضیلیوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے ــــ فتح القدیر میں [امام] ابن الہمام رضی اللہ عنہ ــــ فرماتے ہیں ــــ

اِنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلٰی [ث]لاثۃٍ فَمُبْتَدِعٌ ـ
(فتح القدیر ج ۱ صفحہ ۳۵۰ مصر)

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفاء ثلاثہ سے افضل سمجھے تو وہ بدعتی ہے (اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے)

[شیخ اکبر محی ا]لدین ابن العربی

سید المکاشفین امام العارفین شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مسئلہ تفضیل میں دنیائے صوفیت کی ترجمانی کیلئے کافی ہے آپ فتوحات [مکیہ] [شر]یف کے باب الثالث والتسعین میں ارشاد فرماتے ہیں ـ جسے ترجمان شیخ اکبر سیدی امام عبدالوہاب [شعرانی] رضی اللہ عنہ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں نقل کرتے ہیں ــــ

اعلم انہ لیس فی امۃ [محم]د صلی اللہ علیہ وسلم من ھو [افض]ل من ابی بکر غیر عیسٰی [عل]یہ السلام (ج ۲ ص ۴۳)

معلوم ہو کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سوا کوئی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔

[حضرت س]یدی مجدد رضی اللہ عنہ

سیدی مجدد الف ـــ رضی اللہ عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں ــــ

وخلیفہ مطلق بعد خاتم الرسل علیہ علیہم الصلوات [والتسلیم]ات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ [بعد ازاں] حضرت عمر فاروق است رضی اللہ عنہ بعد ازاں [حضرت عثمان ذو]النورین است رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت [علی بن] ابی طالب است رضوان اللہ علیہ افضلیت [ایشاں ب]ترتیب خلافت است (ج ۲ ص ۱۳۰)

اور خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات حضرت ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان ذو النورین ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں رضوان اللہ علیہ انکی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہے

Marfat.com

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم
کی زبانِ درفشاں سے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت کا بیان

اللہ تعالےٰ کی بیشمار رحمتیں ہوں امیر المومنین، اسد اللہ الغالب، حیدر کرار، حق گو وحق پرد سرکار سیدنا ومولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ پر کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں برسرِ ممبر مساجد ومحافل اور خلوت وجلوت میں مسئلہ تفضیل کو نہایت تفصیل سے واضح فرمایا اور حضرات شیخین کریمین وزیرین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الثناء والتحیۃ سے افضل وبہتر ہونا ایسا محکم مفسر، واشگاف، بے احتمال دگر اور ایسا روشن طور پر بیان فرمایا —— جس میں کسی طرح کا شک وتردد نہ رہا۔ مخالف مسئلہ کو مفتری بتایا اور اسی کوڑے کا مستحق ٹھہرایا۔

آپ کے ان ارشادات عالیہ کو اسّی سے زیادہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین روایت کیا —— امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں ——

قال الذہبیؒ وقد تواتر ذالک فی خلافتہ وکرسیّ مملکتہ و بین الجم الغفیر من شیعتہ ثم بسط الاسانید الصحیحۃ فی ذٰلك قال ویقال رواہ عن علی نیفٌ وثمانون نفسًا وعدّد منھم جماعۃً ثم قال فقبح اللہ الرافضۃ

امام ذہبی نے فرمایا کہ تواتر سے ثا[بت] ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے یہ بات ا[پنے] زمانۂ خلافت و دورِ حکومت میں اپنی ج[ماعت] کے ایک بہت بڑے گروہ میں فرمائی [اس کے] بعد امام ذہبی نے اس بارے میں صحیح س[ندیں] تفصیل سے بیان کیں اور فرمایا کہ محدثین [کے] نزدیک اس کی روایت کرنے وا[لے]

ما اجہلہم

(الصواعق المحرقہ صہ ٦)

سے زائد راوی ہیں اور انہوں نے ان میں سے ایک جماعت کو گن کر بھی بتایا ہے پھر فرمایا کہ خدا رافضیوں کو ذلیل کرے کس قدر جاہل ہیں

عبدالرزاق صاحب مصنف شیعہ ہونیکے باوجود حضرات ابوبکر صدیقؓ وعمر فاروقؓ کو سب سے افضل مانتا تھا

یہاں تک کہ محدث عبدالرزاق صاحب مصنف جیسے بعض مصنفان شیعہ نے شیعہ ہونے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ واہلبیت سے افضل مانا اور کہا کہ جب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ انہیں خود اپنی ذات کریم سے افضل قرار دیتے تھے تو مجھے اس عقیدے سے جائے گریز اور انکار کیونکر ہو سکتا ہے کیا مجھے یہ گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت کروں اور اس کی مخالفت کروں۔ چنانچہ صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے۔

وما احسن ما سلکہ بعض الشیعۃ المنصفین کعبدالرزاق فانہ قال أفضل الشیخین بتفضیل علیّ ایاہما علی نفسہ والا لما فضلتہما کفی بی وزراً ان اُحبّہ ثم اخالفہ"

(الصواعق المحرقہ صہ ٦٢)

تہذیب التہذیب

ج ٦ صہ ۳۱۳

عبدالرزاق (مشہور محدث) جیسے بعض منصف شیعہ نے کیا ہی عمدہ طریقہ اختیار کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں شیخین کریمین (حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس لئے افضل سمجھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے آپ سے افضل قرار دیا ورنہ میں انہیں افضل نہ مانتا۔ میرے لئے یہ گناہ کچھ کم نہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں۔

Marfat.com

حدیث اوّل ۱۲

امام بخاری اپنی صحیح میں سیدنا وابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں۔

قَالَ قلت لابی ای الناس خیرٌ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابوبکر قال قلتُ ثمّ من؟ قال عُمر الخ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸ مجتبائی)

یعنی میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ وجہہ سے عرض کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ فرمایا ابوبکر۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت محمدؓ بن حنفیہ کا مختصر تعارف

امام محمد بن حنیفہ سرکار مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے شاہزادے ہیں اور حنفیہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ ہے جو قبیلہ بنی حنفیہ سے تھیں ——— حضرت امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات تھے، ایک مرتبہ آپ نے حضرت امام زید بن العابدین سے ارشاد فرمایا کہ خدا کی پناہ تمہیں عراق میں پھانسی دی جائیگی ——— جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی ہوا ——— آپ جنگ جمل میں اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ تھے اور علم آپ کے ہی ہاتھ میں تھا۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۸۱ھ کو ہوا۔

(نورالابصار ص ۱۰۴، مطبوعہ مصر)

حدیث دوم ۱۳

امام بخاری اپنی صحیح اور امام ابن ماجہ اپنی سنن میں عبداللہ بن سلمہ کے طریق سے امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ———

سمعت علیا یقول خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

Marfat.com

ابوبکر خیر الناس بعد ابی بکر عمر (ابن ماجہ ج اصلا)

سب لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب لوگوں سے افضل عمر ہیں۔

اس حدیث سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہونا معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا سب سے بلند و بالا ہونا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد متعین ہوتا ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عمر فاروق کی شان میں وارد ہونے والی بخاری کی حدیث قمیص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے استثناء کی دلیل بھی قرار پاتی ہے۔

حدیث سوم ۱۴۲

امام ابن القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل بلخی، کتاب السنۃ میں راوی ہیں۔

اخبرنا ابوبکر بن مردویہ ثنا سلیمان بن احمد ثنا الحسن بن المنصور الرمانی ثنا داود بن معاذ ثنا ابوسلمۃ العتکی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن عن سعید بن ابی عروبۃ عن منصور بن المعتمر عن ابراھیم عن علقمۃ قال بلغ علیًا ان اقوامًا یفضلونہ علی ابی بکر و عمر فصعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا ایھا الناس انہ بلغنی ان اقوامًا یفضلوننی علی ابی

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں۔ یہ سن کر ممبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے پھر فرمایا کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہتے ہیں، اس بارے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا، وہ مفتری اور بہتان تراش ہے۔ اس پر بہتان تراش کی حد یعنی اسی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

بکرٍ و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ہذا الیوم یقول ہذا فہو مفترٍ علیہ حدُّ المفتری ثم قال اِنَّ خیر ہٰذہٖ الامّۃ بعد نبیّہا ابوبکرٍ ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدُ قال وفی المجلس الحسنُ بن علی فقال واللہ لو سمّٰی الثالث لسمّٰی عثمان۔

(غایۃ التحقیق صہ ۱۶/۱۷۔ مصنفہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ و صواعق محرقہ صہ)

ساری امت سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر خدا تعالےٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ مجلس میں سیدنا حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم، اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی تیسرے کا نام لیتے تو حضرت عثمان کا نام لیتے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

حدیث چہارم ۱۵

امام دار قطنی سنن میں اور ابوعمرو بن عبدالبر استیعاب میں حضرت حکم بن جحل سے راوی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

لَا اَجِدُ اَحَدًا فضّلنی عَلٰی ابی بکرٍ و عُمر اِلَّا جلدتہ حدّ المفتری

میں نے جس کسی کو پایا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہوگا تو میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا۔

(غایۃ التحقیق صہ ۱۷/۱۸ و صواعق محرقہ صہ ۶۰)

حدیث پنجم ۱۶

سنن دار قطنی میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ کے مقرب تھے۔ جناب امیرالمومنین از راہِ نظر خصوصی انہیں ـــ واہب الخیر

Marfat.com

یعنی بھلائی کے دانا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

إنَّ ابا جحیفة كان یرى انَّ علیًّا افضل الامة فسمع اقواماً یخالفونهٗ فحزن حزناً شدیدًا فقال لهٗ علیٌّ بعد ان اخذ یدهٗ وادخلهٗ بیتهٗ مَا احزنك یا ابا جحیفة؟ فذكر لهُ الخبر فقال الا اخبرك بخیر هٰذه الامّة، خیرها ابوبكرٍ ثمَّ عمر قال ابوجحیفة فاعطیتُ الله عهدًا ان لا اكتم هٰذا الحدیث بعد ان شافهنی به علیٌّ ما بقیتُ

(صواعق ص۶۱ و غایۃ ص۱۸)

یعنی حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت سے افضل ہیں، پھر انہوں نے لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا تو انہیں سخت رنج ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے کاشانۂ اقدس میں لے گئے۔ غم کی وجہ دریافت کی انہوں نے اس کی وجہ مذکورہ عرض کی۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل کون ہے؟ حضورؐ کی امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں حضرت ابوجحیفہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اللہ تعالےٰ سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد اسکے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے خود بالمشافہ مجھ سے ایسا فرمایا۔

حدیث شششم ۱۷

امام ابوبکر الآجری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا

سمعت علیًّا علی منبر

کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو

الکوفہ یقول اِنّ خیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرٍ ثُمّ خیرھم عُمرُ

(صواعق امام حجر مکی صا۶)

جامع مسجد کوفہ کے ممبر پر فرماتے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ساری امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر سب سے افضل عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما

حدیث ہفتم ۱۸

امام حافظ ابوذر ہروی کئی ایک سندوں سے اور امام دارقطنی وغیرھما نیز حضرت ابوجحفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

دخلت علی علی فی بیتہٖ فقلتُ یاخیر النّاس بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال مھلاً یا ابا جحفۃ الا اخبرک بخیر النّاس بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قلت اخبرنی فقال ابوبکرٍ و عمر ویحک یا ابا جحفۃ لا یجتمع حُبّی و بغض ابی بکرٍ و عمر فی قلب مؤمنٍ

(صواعق شریف صا۶)

میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں ان کے گھر حاضر ہوا اور عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر! اس پر آپ نے فرمایا اے ابوجحفہ! ٹھہر جا۔ اس طرح کہنے میں جلدی نہ کر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر کون ہیں؟ میں نے عرض کی فرمایئے فرمایئے، فرمایا، ابوبکر اور عمر ہیں، تجھ پر افسوس ہے۔ اے ابوجحفہ میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض مسلمان کے دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

"میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے"

(حضرت علی کا ارشاد)

حدیث ہفتم میں سرکار مولی علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی کیسا پیارا ارشاد ہے کہ حضرت

ابوبکر و عمر کا بغض اور میری محبت مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ شیعہ حضرات کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سچی محبت رکھتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سچے جاں نثار حضرت ابو جحیفہ کے نقش قدم پر چل کر حسب ارشاد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بغض سے دل کو پاک کرنا ہوگا بلکہ ان سے سچی اور مخلصانہ عقیدت رکھنی پڑے گی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کے بموجب ان دونوں کو حضورؐ کی ساری امت حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل و اعلےٰ سمجھنا ہوگا۔ ورنہ حضرت علیؓ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ بارگاہِ حیدر کرارؓ میں ناقابلِ قبول اور مردود ہوگا۔

کچھ ضدی شیعہ، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات عالیہ کو تقیہ پر محمول کر لیتے ہیں۔ ان سے ہمدردانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے یہ ارشادات ان کے اپنے زمانۂ خلافت کے ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے وصال کو ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ ——— لہٰذا حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات عالیہ کو تقیہ پر محمول کرنا نہ صرف ان کی ذاتِ اقدس پر افترا عظیم ہے بلکہ حقائق و وقائع سے دیدہ دانستہ گریز بھی ہے جو کسی طرح بھی اہلِ انصاف کے شایانِ شان نہیں۔

حدیث ہشتم ۱۹

امام احمد، مسندِ ذی الیدین رضی اللہ عنہ میں حضرت ابو حازم سے راوی ہیں

قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیّ بن الحسین رضی اللّٰہ عنہما فقال ما منزلۃ ابی بکر و عمر من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال منزلتھما الساعۃ وھما ضجیعاہ

(غایۃ التحقیق صد ۱۹)

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر و عمر کا مرتبہ کیا تھا؟" فرمایا "جو مرتبہ ان کا اب ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں"

حدیث ۲۰ نہم

امام دارقطنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔

اجمع بنو فاطمۃ رضی اللہ عنہم علی ان یقولوا فی الشیخین احسن ما یقول من القول۔

(صواعق صـ۵۲)

یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔

ظاہر ہے کہ ــــــ سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائیگی جو سب سے بہتر ہو ــــــ اس سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا سادات کرام کے نزدیک سب صحابہ سے بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہونا ثابت ہوا۔

حدیث ۲۱ دھم

امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

قلت لمحمد بن الحنفیۃ هل کان ابوبکر اول القوم اسلاماً قال لا قلت فبم علا ابوبکرٍ وسبق؟ حتی لا یذکر احدٌ الا ابابکرٍ قال لانہٗ کان افضلهم اسلاماً حین اسلم حتی لحق بربہٖ

(صواعق صـ۵۳)

میں نے حضرت امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی، کیا ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ فرمایا نہ۔ میں نے کہا پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور سبقت لے گئے یہاں تک کہ ان کے سوا لوگ کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے؟ فرمایا یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لاتے یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے۔

حدیث ۲۲ یازدھم

امام ابوالحسن دارقطنی، جندب اسدی سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجوہہم کے پاس کچھ اہل کوفہ وجزیرہ نے حاضر ہو کر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا ——— حضرت امام نے میری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا ———

انظروا الی اھل بلادك	اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے
یسألوننی عن ابی بکر وعمر	ابوبکر وعمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں
لھما افضل عندی من علی	وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ
(صواعق صہ ۵۵)	مولیٰ علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے اور حضرت شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا لقب مبارک ——— "نفس زکیہ" ——— ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ محض جو سب سے پہلے حسنی وحسینی دونوں شرف کے جامع ہیں اس لئے محض کہلائے اپنے زمانہ میں سردار بنی ہاشم تھے ان کے والد ماجد حضرت امام حسن مثنیٰ اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین صلی اللہ علیٰ جدھم وابیھم وعلیھم وبارک وسلم۔

(غایۃ التحقیق مجدد اعظم اسلام امام احمد رضا بریلوی ج صہ ۲۰)

سید السادات فخر اہل ہدایات محبوب سبحانی قطب ربانی صاحب قدم گرامی پیر پیران میر میران افضل وامام اولیاء جہان سیدی وسندی الشیخ عبدالقادر سرکار جیلانی المعروف گیارہویں شریف والے پیر کی نسبت کریمہ گیارہویں کے مطابق حضرت مولائے کائنات وآئمہ اہلبیت صلی اللہ علیٰ جدھم وابیھم وعلیھم وبارک وسلم کی گیارہ حدیث لا کر انہیں پہ اکتفا مناسب ہے، ورنہ حوالہ جات تو شمار سے باہر ہیں۔

اب ہر سنی بالخصوص سید کہلانے والے پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے آباء کرام کا اعتقاد اختیار کر کے ان کا سچا شہزادہ بنے اور ان کا اعتقاد قطعاً ویقیناً یہی ہے کہ

حضرات شیخین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ بالخصوص حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ و عنہم سے افضل ہیں۔

تفضیل مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قائل رافضی ہے

سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، بحر شریعت بحر طریقت، البقیۃ السلف حجۃ الخلف سیدنا و مولانا سید میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب مبارک ——— "سبع سنابل شریف" ——— رجوع عالم رویا میں بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیش کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب پسند فرمائی اور سید بلگرامی صاحب کی کتاب ہذا کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قابل رشک قرب بخشا۔ اس کا مفصل واقعہ مجدد اعظم اسلام امام ربانی نائب غوث صمدانی امام ——— احمد رضا بریلوی ——— کی کتاب شریف ——— غایۃ التحقیق ——— میں ملاحظہ فرمائیں) میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ———

واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیاء ابوبکر صدیق است و بعد از وی عمر فاروق است و بعد از وی عثمان ذی النورین است و بعد از وی علی المرتضےٰ است رضی اللہ عنہم فضل ختنین از فضل شیخین کمتر است بے نقصان و بے قصور اجماع اصحاب و تابعین و تبع تابعین و سائر علماء امت بریں عقیدہ واقع شدہ است کسے کہ امیر المومنین علی را خلیفہ نداند او از خوارج است و کسیکہ او را امیر المومنین ابوبکر و

اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق۔ ان کے بعد عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد علی مرتضےٰ ہیں حضرت عثمان و علی کی فضیلت ابوبکر و عمر سے بغیر کسی نقصان و قصور کے کم ہے صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص امیر المومنین حضرت علی مرتضےٰ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص انہیں امیر المومنین ابوبکر و عمر سے

عمر تفضیل کند او از روافض است ۔ — افضل قرار دے وہ رافضی ہے ۔

(غایۃ التحقیق صد ۲۳)

جو مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل بتائے گا میں اسے کوڑے ماروں گا، حضرت علیؓ شیعوں کا حوالہ

آیئے ! شیعہ حضرات کی معتبر کتاب کا جو شیعہ حضرات کے اصول اربعہ میں سے ایک ہے حوالہ بھی عرض کر دوں تاکہ غلط فہمی سے شیعہ بننے والے غیر متعصب شیعہ صاحبان ملاحظہ فرما کر مسلک اہلسنت کی طرف آکر اپنی آخرت سنوار جائیں۔ اس کتاب کا نام ——— رجال الکشی ——— ہے جو چوتھی صدی میں لکھی گئی ۔ رجال الکشی میں ہے ———

عن محمد بن المنکدر انہ رای علیا علیہ السلام علی المنبر بالکوفۃ وھو یقول لئن اتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر وعمر لاجلدنہ حد المفتری

(رجال الکشی طبع کربلا صد ۲۳۸)

محمد بن منکدر سے مروی ہے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو کوفہ کے منبر پر جلوہ گر دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ اگر میرے پاس ایسے شخص کو لایا جائے جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل بتاتا ہو تو میں اسے بہتان تراشی کی سزا (اسی کوڑے) ماروں گا ۔

شیعہ حضرات نے اس روایت کو اپنی اس کتاب میں نقل کرنے کے بعد اسے مسخ کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن حق پسند اور انصاف کے متلاشی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ۔

الحمد للہ ——— کہ مسلک اہل سنت وجماعت کی حقانیت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی پر قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے اور غیروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائیے ——— آمین !

شیعان کوفہ کا عقیدہ

مسئلہ تفضیل میں جیساکہ راقم نے قبل ازیں عرض کیا ہے۔ کوفہ کے شیعہ اولی کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے اور انھیں داد انصاف دیجئے۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد المعروف بالذہبی متوفی ۷۴۸ھ اپنی مشہور تصنیف لطیف میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں فرماتے ہیں ———

وقال ابن شوذب عن لیث قال ادرکتُ الشیعۃ الاولی بالکوفۃ وما یفضلون علی ابی بکر وعمر احداً

یعنی امام لیث فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے شیعان اولین کو پایا اور وہ ابوبکر و عمر سے کسی کو افضل نہیں سمجھتے تھے۔

(ج ۳ ص ۴۲۱)

یہ امام لیث بن ابی سلیم کوفہ کے باشندہ ہیں جن کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں ——— کان صاحب السنۃ ——— اور امام عبدالوارث فرماتے ہیں ——— کان من اوعیۃ العلم ——— کہ آپ خزانہائے علم میں سے ایک خزانہ تھے ——— اور کوفہ تو شیعان برادران کے نزدیک قبۃ الاسلام ہے۔ یہ صداقبۃ الاسلام کی صدا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں اور یہ صدا دینے والے کوفہ کے شیعان اولین ہیں جن کے ذریعے موجودہ شیعہ حضرات تک سب کچھ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا شیخین کریمین کے بارے میں موجودہ خیال غلط اور ان کے اکابرین شیعان اولین کا اعتقاد درست اور صحیح ہے ——— الحمد للہ ——— کہ اہلسنت کے موقف حق کی تائید خود شیعہ حضرات کے اکابرین سے ہو چکی ——— اس کے بعد اس مبنی بر انصاف اعتقاد کو پس پشت ڈالنا دور از دیانت ہے ——— اور جو نام نہاد سنی کہلانے والے مولوی اور پیر مسئلہ افضلیت میں اجماع اہلسنت کے خلاف کرتے ہوئے موجودہ شیعوں کی ہم خیالی میں مبتلا ہیں یہ نہ صرف اہلسنت کے مسلک حق سے منحرف ہیں بلکہ کوفہ کے شیعان اولین سے بھی گئے گذرے ہیں ——— اللہ تعالے ہدایت عطا فرماتے ہیں ——— آمین ———

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور انکے جوابات

حضرت معاویہ پر اعتراض کا انجام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات عرض کرنے سے پیشتر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت امیر معاویہ پر اعتراض در اصل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرے وہ خدا پر اعتراض کرتا ہے اس کا انجام ایمان سے ہاتھ دھونا اور دوزخی ہونا ہے ——— معاذ اللہ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کی جب جنگ ہوئی تو پھر دونوں کی صلح بھی ہوئی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ پھر اس جنگ میں کئی ایک عشرہ مبشرہ صحابی بھی حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف بھی ایک ہی تھا ——— ایک حضرت امیر معاویہ پر اعتراض ان سب پر اعتراض ہے پھر حضرت علی نے ان سے مصالحت کر لی تو ان پر بھی اعتراض ہوا کہ انہوں نے ایک کافر و مرتد سے صلح کر لی تھی۔ کیونکہ شیعہ حضرات مخالفین حضرت علی کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف سے ہزارہا بندگانِ خدا شہید ہوئے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مرتد کی سزا صرف قتل ہے یا توبہ کرانا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مصالحت اسلام کے اس نکتۂ نظر کے خلاف تھی کہ مرتد کو یا تو قتل کر دو یا اس کو مسلمان کرو اور توبہ کراؤ۔ حضرت علی نے ایسا نہ کیا لہٰذا وہ بھی

قابل اعتراض ہوئے بلکہ امام حسن و حسین بھی قابل اعتراض ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ سے نہ صرف مصالحت کی بلکہ اپنی خلافت ان کے سپرد کی اور ان کے ہاتھ پر دونوں نے بیعت کی، شیعہ حضرات کی مشہور کتاب ــــ رجال الکشی ــــ میں قیس بن سعد کی روایت ملاحظہ کیجیے ــــ

فقال یا حسن قم فبایع فقام فبایع فقال للحسین علیہ السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین ینظر ما یامرہ فقال یا قیس انہ امامی

رجال الکشی
طبع کربلا
صد ۱۰۲

تو حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن سے فرمایا۔ اے حسن آپ کھڑے ہوں اور مجھ سے بیعت کیجیے، امام حسن کھڑے ہوئے اور ان سے بیعت کی۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا آپ کھڑے ہوں اور بیعت کیجیے۔ وہ کھڑے ہوئے اور بیعت کی۔ پھر قیس بن سعد سے فرمایا اے سعد آپ کھڑے ہوں اور بیعت کیجیے تو قیس امام حسین کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں امام نے فرمایا کہ قیس بیعت کیجیے کہ امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے حضرت امیر کی بیعت کر لی ہے تو آپ بھی کیجیے تو انہوں نے بیعت کی،

یہ شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب کا حوالہ ہے جب حضرت علی نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ امام حسن نے اپنی خلافت ان کے سپرد کر کے امام حسین وقیس بن سعد جیسے جاں نثار ساتھیوں سمیت حضرت امیر معاویہ سے بیعت کی تو جو حضرت امیر معاویہ کو برا سمجھے گا وہ دراصل حضرت علی و حسن و حسین اور ان کے ساتھیوں کو بھی برا سمجھتا ہے اور ان پر طعن

Marfat.com

ہے کیونکہ بُرے آدمی سے صلح کرنے والے اور اسے خلافت دینے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے بھی اچھے نہیں کہلا سکتے۔ اور ان حضرات پر طعن کرنا یقیناً" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے اور حضورؐ پر طعن دراصل خدا تعالےٰ پر طعن ہے۔ ایسا آدمی اپنے بارے میں خود ہی سوچ لے کہ اس کے بعد اس کا کیا انجام ہوگا۔

اعتراض اوّل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین قبیلے بنو ثقیف بنو حنیفہ اور بنو امیہ ناپسند تھے۔ حضرت امیر معاویہ بنو امیہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے لہٰذا یہ بھی حضور کو ناپسند ہوتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قبیلے یا کسی جگہ کو ناپسند کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس قبیلے یا جگہ کا ہر شخص ناپسند ہے —— اسی طرح کسی قبیلے یا جگہ کو پسند کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس قبیلے اور جگہ کا ہر شخص پسند ہے۔ دیکھئے قبیلہ قریش خدا کا پسندیدہ قبیلہ ہے اور مکہ و مدینہ پسندیدہ شہر ہیں لیکن ابوجہل ابولہب قریش و مکہ سے اور یہود مدینہ کے رہنے والے سخت ناپسند ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنی امیہ سے تھے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے محبوب تھے کہ آپ نے اپنی دو شہزادیاں رقیہ اور ام کلثوم ان کے نکاح میں دیدیں اس لئے آپ کو ذوالنورین (دو نوروں والے) کہا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب البحر اور حیات القلوب جلد دوم)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز جلیل القدر تابعی جن کی عظمت کا تمام عالم اسلام قائل ہے اور خود شیعہ مصنفین نے ان کی تعریفیں کیں ہیں۔ بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نجد کی سرزمین ناپسند تھی اور اس کے لئے آپ نے دعائے خیر بھی نہ فرمائی اس کا یہ مطلب نہیں کہ نجد کا ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا۔ سرزمین نجد سے ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ مولانا سلیمان بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوئے جو

تمام عالم اسلام کی نظروں میں قابل قدر عالم و بزرگ تھے، جنہوں نے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے وہابیانہ گمراہانہ خیالات کی تردید کی اور اس کے رد میں کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ ادارہ سوادِ اعظم لاہور نے ——— "نجدی مذہب" کے نام سے شائع کیا۔

دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا تعلق ان تینوں قبائل کے بعض مخصوص افراد سے ہے ——— چنانچہ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ———

"قبیلہ ثقیف سے ایک جھوٹا اور ایک مہلک شخص پیدا ہوگا"

یہ اشارہ مختار بن ابی عبید اور حجاج بن یوسف کی طرف تھا ——— اول الذکر جھوٹا اور ثانی الذکر مہلک و ظالم تھا۔

قبیلہ بنی امیہ کو ناپسند کرنا یزید کی وجہ سے تھا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے جسے امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ضعیف سند کیساتھ حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ———

لایزال امر امتی قائما بالقسط حتیٰ تکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید ماثبت بالسنۃ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۰	یعنی میری امت کا معاملہ ہمیشہ انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے جو شخص میری امت کے معاملہ میں رخنہ اندازی کرے گا وہ قبیلہ بنی امیہ کا ایک مرد ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے جسے امام رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء سے روایت کیا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ———

اوّل من یبدل سنتی رجل	سب سے پہلے جو شخص میری سنت

Marfat.com

کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا ایک مرد ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔	من بنی امیۃ یقال لہ یزید (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۰)

اس سے معلوم ہوا کہ ـــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بنو امیہ کو ناپسند کرنا یزید ایسے بعض مخصوص افراد کی وجہ تھا نہ کہ اس قبیلہ کا ہر فرد آپ کو ناپسند تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت امیر معاویہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کا کاتب اور اپنے ذاتی خطوط کا محرر کیوں مقرر فرماتے۔ پھر آپ کی ہمشیرہ حضرت بی بی ام حبیبہ سے نکاح کیوں فرماتے؟ پھر ان کے حق میں دعائیں کیوں فرماتے

اسی طرح قرآن میں ہے ـــــ وَقُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَهٗ ـــــ کہ انسان کی ہلاکت ہو کس قدر ناشکرا واقع ہوا! ـــــ تو کیا سارے انسان ناشکرے ہیں ہرگز نہیں بلکہ اس سے بعض انسان مراد ہیں۔ اسی طرح ان قبیلوں سے بھی بعض افراد مراد ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھے نہ کہ اس قبیلے کے سارے افراد۔

رہا یہ سوال کہ جب یزید کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خبر دی تھی تو حضرت امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد کیوں بنایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ تک وہ خبر نہیں پہنچی تھی، کیونکہ ہر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث سے باخبر نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام صحابہ ہمہ وقت نہیں رہتے تھے بلکہ اکثر صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے کبھی جنگ پر کبھی تبلیغ پر کبھی وصولی زکوٰۃ پر کبھی مخالفین اسلام کے خلاف اسلام منصوبوں کی جاسوسی کرنے اور کبھی کسی کبھی کسی ڈیوٹی پر چلے جاتے تھے۔ بلکہ آنے والے بہت سے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو خفیہ طور پر بتائے اور ساتھ ہی انہیں ان حالات کو خفیہ رکھنے کا بھی حکم دیا تھا اور مشیت الٰہی یہی تھی تا کہ ان باتوں کو خفیہ رکھ کر خدا تعالیٰ کی بعض حکمتیں اور ان کے تقاضے ظہور میں آئیں۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ——
"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بعض ایسے راز بتائے کہ اگر میں انہیں
ظاہر کروں تو قتل کر دیا جاؤں" —— کما فی صحیح البخاری

اور آپ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے —— اللھم انی اعوذ بک من الستین
کہ یا اللہ میں ساٹھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں" —— اس وقت کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ساٹھ
سے کیا مراد ہے، نہ ہی آپ نے کسی کو بتایا۔

نیز —— حضرت ابوہریرۃؓ دعا میں یوں بھی کہا کرتے تھے ——
اللھم انی اعوذ بک من امارۃ الصبیان —— کہ یا اللہ میں بچوں کی حکومت
سے تیری پناہ چاہتا ہوں —— مگر آپ نے کبھی اس کی وضاحت نہ فرمائی بلکہ اس
کو خفیہ رکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی تھا۔

جب ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرۃؓ کا وصال ہوا اور یزید کے دورِ امارت میں واقعہ
کربلا رونما ہوا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ساٹھ سے حضرت ابوہریرۃؓ کی مراد ۶۰ھ تھی اور بچوں کی
حکومت سے ان کی مراد یزید کا دورِ حکومت تھا کہ اسلام میں یہ پہلا کم عمر امیر مقرر ہوا اس وقت
اس کی عمر پچیس ۲۵ سال تھی۔

غرضیکہ —— حضرت ابوعبیدہ اور ابودرداءؓ بھی یزید کے نام کی جو حدیث
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ بھی انہیں رازہائے سربستہ کا حصہ تھی، حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے جن کو خفیہ رکھنے کی ہدایات تھیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
خصوصی طور پر ان دو حضرات کو بتانے کی بجائے مجمع عام میں فرماتے۔ دوسرے صحابہ سنتے
اور اس کی روایت عام ہوتی مگر کسی اور صحابی سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ
حدیث رویانی اور ابویعلی کے سوا کسی دوسرے محدث نے روایت کی ہے —— معلوم
ہوا کہ یقیناً یہ ارشاد راز کے طور پر فرمایا گیا تھا جو حضرت امیر معاویہ بلکہ دوسرے صحابہ تک

نہ پہنچ سکا۔ اس لئے ان پر اعتراض کرنا قطعاً بے جا ہے۔

اعتراض دوم حضرت امیر معاویہ سے حضرت امام حسن کی صلح اس شرط پر ہوئی تھی کہ حضرت امیر معاویہ کے بعد حکومت امام حسین کے سپرد کی جائے گی مگر انہوں نے اپنے بیٹے کو حکومت دیکر اس شرط کی خلاف ورزی کی جو ایک صحابی تو کیا ایک عام مسلمان کی شان سے بھی بعید ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صلحنامہ میں امام حسین کی بجائے امام حسن کی شرط تھی لیکن جب امام حسن پہلے ہی وفات پا گئے تو یہ شرط ختم ہو گئی ——— اس میں یہ نہیں تھا کہ امام حسن اگر زندہ نہ رہے تو حکومت امام حسین کے سپرد کرنا ہو گی۔ اگر ایسی شرط ہوتی تو اس کی خلاف ورزی ہوتی مگر یہ شرط نہ تھی لہذا خلاف ورزی بھی نہ ہوئی ——— اس لئے حضرت امیر معاویہ پر عہد کی خلاف ورزی کا طعن بھی بے جا ہے۔

اعتراض سوم حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو جانشین بنا کر جمہوریت کی خلاف ورزی کی اور ملوکیت کی بنیاد ڈالی جو اسلام میں ناجائز ہے۔ اور بیٹا بھی کیسا، فاسق و فاجر اور شرابی قسم کا ——— وامرھم شوری بینھم ——— قرآن کے حکم کے بھی خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جانشین بنانا اسلامی جمہوریت کے ہرگز خلاف نہیں ہاں اسلامی جمہوریت کے خلاف اس وقت ہو گا جب جانشین ہونے والا بیٹا نا اہل اور نالائق ہو یا جانشین ہونے والے کے حالات اس بات کا غالب اندیشہ دلاتے ہوں کہ وہ اسلام کے خلاف کام کرے گا اور مسلمانوں کو اسلام کے علاوہ کسی اور راستے پر ڈالنے یا فتنہ انگیزیاں کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے مقابلہ میں لائق اور اہل آدمی بھی موجود ہوں اس صورت میں بیٹے کو جانشین بنانا جائز نہیں۔

اگر صورت حال اس کے برعکس ہو یعنی جانشین ہونے والا اہل علم اور لائق ہو تو ایسے

جانشین بنانا جائز ہے ـــــ اگر ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ یہ مشورہ نہ دیتے کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو اپنا جانشین بنائیں کیونکہ ناجائز کام کا مشورہ دینا بھی ناجائز ہے پھر حضرت عمر نے اپنے صاحب زادے کو خلیفہ نہ بنایا اس لئے نہیں کہ وہ ان کا بیٹا تھا اور بیٹے کو جانشین بنانا اسلام میں قابلِ اعتراض بات ہے بلکہ آپ نے یہ عذر پیش کیا کہ

"میرا بیٹا جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے اور خلیفے کے لئے متحمل اور بردبار ہونا ضروری ہے"

پھر ملوکیت کو بھی ایسے ہی بدنام کر دیا گیا ہے حالانکہ اسلام میں ملوکیت کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ بادشاہ عادل کو حدیث میں خدا کا سایہ فرمایا گیا ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں :- ـــــ السلطان العادل ظل اللہ فی ارضہ (الحدیث) ـــــ

کہ عادل بادشاہ روئے زمین پر خدا کا سایہ ہے ـــــ آجکل کے جمہوری طریقہ سے بننے والے صدر یا وزیر اعظم گزشتہ زمانے کے بادشاہوں سے بھی زیادہ آمر ہیں آجکل دفعہ ۱۴۴ اور ھنگامی حالات کا نفاذ کیا کم آمریت ہے؟ ـــــ کیا ایسی جمہوریت اسلام کو پسند ہے؟ ـــــ لاحول ولاقوۃ

اور اگر مشورہ کرنا ضروری اور فرائض اسلام میں سے تھا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں نامزد کیا تھا ـــــ

ـــــ معلوم ہوا کہ مشاورت فضیلت اور استحسان کی بات ہے، فرض اور واجب نہیں۔

اس کے باوجود یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید کے بارے میں کسی سے مشورہ ہی نہیں لیا تھا بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ایسے بعض جلیل القدر صحابہ کا مشورہ انہیں حاصل تھا رہا یہ کہ حضرت مغیرہ نے اپنی معزولی سے بچنے کے لئے انہیں یہ غلط مشورہ دیا تھا تو یہ ایک عظیم الشان صحابی پر بہتان اور تاریخ کا افترا ہے ـــــ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

میرے صحابہ عدول ہیں یعنی نیکو کار ہیں ـــــ تو وہ کبھی کسی کو غلط مشورہ نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو خود عہدہ کی گراں بار ذمہ داریوں سے معزولیت چاہتے تھے۔

چنانچہ تاریخ طبری میں ہے آپ نے حضرت امیر معاویہ کو خط لکھا تھا جس میں خطبہ کے بعد معزولیت کی درخواست تھی۔ ـــــ الفاظ یہ ہیں ـــــ

اما بعد فانی کنت قد کبرت سنی ودق عظمی (الی ان قال) فان رایت ان تعزلنی فاعزلنی

(تاریخ طبری ج ۵ صـ ۲۳۱)

حمد وصلوٰۃ کے بعد گزارش ہے کہ میں سن رسیدہ ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں (اس بار گراں کی برداشت سے) کمزور پڑ گئی ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے معزول فرمادیں۔

یہ مورخین کا حضرت مغیرہ پر بہتان ہے کہ انہوں نے معزولی سے بچنے کے لئے حضرت امیر معاویہ کو یزید کے جانشین کرنے کا مشورہ دیا تھا اس سلسلہ میں جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ سراسر افترا ہے۔ ـــــ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مغیرہ کا یزید کو جانشین بنانے کا مشورہ ایسے ہی مخلصانہ تھا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے صاحب زادے عبداللہ بن عمر کو جانشین بنانے کا مشورہ مخلصانہ تھا۔

رہا یہ کہ ـــــ یزید فاسق وفاجر تھا سو یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ حیات امیر معاویہ میں یزید سے کوئی فسق و فجور ثابت نہیں ـــــ اگر کوئی ایسی روایت مل بھی جائے کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو فاسق وفاجر جانتے ہوئے بھی اپنا جانشین کیا تو وہ بھی افترا و بہتان ہوگا

یزید فاسق وفاجر ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہوا جس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو طعن کرنا نہ صرف عقل و دانش بلکہ ایمان کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔

Marfat.com

اور مشاورت بھی ایک مستحسن چیز ہے فرائض یا ارکانِ اسلام سے نہیں کہ اس کے ترک پہ انسان فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔

اعتراض چہارم

حضرت امیر معاویہ نے جنگِ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے لڑائی کو رکوایا تھا نیزوں پہ بلند کرنا قرآن کی سوء ادبی ہے اس لئے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کے دِل میں قرآن کا کوئی احترام نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ — نیزوں پہ قرآن کو بلند کرا کر قرآن کو اونچا ہی کیا گیا تھا خدانخواستہ نیچے تو نہیں کیا گیا تھا کہ قرآن کی بےادبی ہوتی — دوسری بات یہ کہ حضرت امیر معاویہ نے تو حضرت علی کی ہی تقلید کی تھی کیونکہ جنگِ جمل میں جنگ کو رکوانے کے لئے حضرت علی نے بھی قرآن کو نیزوں پہ بلند کرایا تھا۔ اسے محض ایک جنگی چال پر محمول کرنا ان پاکیزہ لوگوں کے حق میں سوءِ ظن ہے — (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۰۴)

مگر اس وقت جنگ نہ رک سکی تھی اور اب رک گئی — اگر یہ بےادبی ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیا کہیں گے ؟ — معلوم ہوا کہ یہ جنگی چال نہ تھی۔

اعتراض پنجم

حضرت امیر معاویہ کی یہ ایک جنگی چال تھی انہوں نے تازہ دم ہونے کے لیے قرآن کو آڑ بنا کر جنگ رکوائی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرماتے ہوئے کہ — لیسوا باصحاب دین ولا قرآن انا اعرف بھم منکم الخ — یہ لوگ نہ دین دار ہیں اور نہ قرآن والے ہیں انہیں تم سے زیادہ میں پہچانتا ہوں" — اپنے ساتھیوں کو جنگ بند کرنے سے منع کر دیا تھا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں سے واضح ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ کی جن جن کتابوں میں یہ یا اسی طرح کی دوسری روایات آئی ہیں ان کا مرکزی راوی — ابو مخنف — ہے جو کٹر شیعہ اور کذاب تھا۔ اس لئے اس کی ایسی روایات کذبِ صریح کے سوا کچھ نہیں، ذرا محدثین سے سنیئے۔

امام شمس الدین ذہبی نقاد کبیر ابو مخنف کے بارے میں میزان میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔

لا یوثق بہ (میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۳۶۰) کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں

امام ابن حجر العسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔

شیعی محترق صاحب اخبارھم (لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۴۹۲ طبع حیدرآباد دکن)

کہ ابو مخنف جلا بھنا یعنی کٹر شیعہ تھا اور شیعوں کی خبریں جانتا اور روایت کرتا تھا۔

مورخین چونکہ نقاد نہیں ہوتے وہ ہر قسم کے راویوں کی خبریں جمع کرتے ہیں اس لئے ان کی روایات کو جانچ پڑتال کر کے قبول کرنا چاہیئے ۔۔۔۔ بالخصوص اگر کوئی خبر کتاب و سنت کے خلاف ہو تو اسے جھوٹ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ تاریخ کی کتاب و سنت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں کہ عقیدے کی بنیاد کتاب و سنت ہے نہ کہ تاریخ کے واقعات!

چنانچہ علامہ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

وما روی فی السیرۃ لا یقاوم ما فی الصحیح	یعنی سیرت و تاریخ حدیث صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(ج ۱ صفحہ ۶۷ مصری)

جب تاریخ و سیرت کی روایات احادیث صحاح کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تو قرآن و سنت کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ کے بارے میں تاریخ پر کلی اعتماد کرنا متلاشیٔ حق کی شان نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا اس طرح جنگ کو رکوانا شدت جذبہ اسلامی اور ملت اسلامیہ کے درد کی وجہ سے تھا ۔۔۔۔ اس میدان کارزار میں آپ کی صدائے درد جن کلمات پر مشتمل تھی انہیں ملاحظہ فرمایئے ۔۔۔۔

ھذا حکم کتاب اللہ عزوجل بیننا و بینکم من لثغور الشام	یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ فیصلہ ہے اہل شام کے سرحدی

کے بعد شام کی اور اہل عراق کے بڑے ہونے کے بعد عراق کی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟	بعد اھلہ ومن لثغور العراق بعد اھلہ (تاریخ کامل امام ابن اثیر ج ۳ ص۱۶۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ صدائے درد اس وقت فضاؤں میں بلند ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے چالیس ہزار اور حضرت امیر معاویہ کی فوج سے بیس ہزار سپاہی جام شہادت نوش کر چکے تھے ——— چنانچہ امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اہل شام کی کل فوج ساٹھ ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار تھی

کہ اہل شام کی ساٹھ ہزار فوج سے بیس ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار سے ساٹھ ہزار قتل کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔	فقتل منھم عشرون الفا ومن اھل العراق ستون الفا (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص۲۷۴)

جو حضرت امیر معاویہ کے ان دردانگیز کلمات کو ایک حقیقت حال قرار دینے کی بجائے جنگی چال پر محمول کرتا ہے ہمارے خیال میں سبائی فکر کی ترجمانی کرتا ہے (اعاذنا اللہ منہ)

اعتراض ششم واقعہ تحکیم میں حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن عاص کے ذریعے حضرت علی کو خلافت سے معزول کرایا۔ حضرت عمرو بن عاص نے حضرت امیر معاویہ کیساتھ ساز باز کر کے ابو موسیٰ اشعری کو بے وقوف بنایا اور حضرت معاویہ نے عمرو بن عاص سے خلاف توقع اپنی خلافت کا اعلان کرا کر ان سے معاہدہ ثالثی کی خلاف ورزی کرائی اور بہت بڑا دھوکہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مورخین کی مہربانی ہے کہ انہوں نے واقعات کی روایت کرنے والوں کو نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھے بغیر ان روایات کو بلکر کتب تواریخ میں جمع کر دیا ——— ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ لوگ محدثین تو تھے نہیں اور کوئی تھے

بھی توانہوں نے اس خیال سے کہ یہ محض تاریخ ہے حدیث نہیں ہے اسے نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھنا ضروری نہ سمجھا ——— اور اس خیال سے کہ دروغ بر گردنِ راوی ہر رطب و یابس کو نقل کر ڈالا۔ بلکہ اگر ایک مورخ نے تحقیق کئے بغیر ایک واقعہ کو نقل کر دیا تو دوسرے مورخین بھی اس کی تقلید میں اس واقعہ کو نقل کرتے اور مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔

ایک بڑے مورخ کی زبانی اس حقیقت کا اعتراف ملاحظہ فرمائیے اور یہ ہیں امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ——— فرماتے ہیں

لولا ان ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ ذکرہ ماسقتہ واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحیی وکان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صہ ۲۰۲)

یعنی اگر ابن جریر طبری اور دوسرے ائمہ و حفاظ تاریخ نے یہ روایات اپنی کتابوں میں ذکر نہ کی ہوتیں تو میں اپنی اس کتاب میں ان کا قصہ نہ چلاتا۔ جب کہ اس قسم کی اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحیی سے مروی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

لیکن آج کے دورِ جہالت میں جب کہ لوگ کتاب و سنت کی طرح تاریخ کو بھی اہمیت دینے اور جزو ایمان بتانے لگے ہیں ضروری ہو گیا ہے کہ عقل و خرد اور جرح و نقد کے اصولوں سے حق و باطل میں امتیاز کیا جائے۔

ہماری تاریخ دشمنانِ اسلام نے مسخ کر دی ہے

اگر ذرا بھی عقل و درایت سے کام لیا جائے تو ان روایات کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے اور دشمنانِ اسلام کے مکر و فریب کا پتہ چل جاتا ہے کہ انہوں نے ہماری تاریخ مسخ کر دی ہے ہماری مسخ شدہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص نے اپنے فیصلے زبانی سنائے

حالانکہ یہ عقل ودانش اور اسلام کی سابقہ روایات وضوابط تحکیم کے خلاف ہے۔ اس سے پیشتر جب بھی کہیں ایسے اہم فیصلے ہوئے وہ باقاعدہ ضابطہ تحریر میں لائے جاتے تھے اور وقت پر پڑھ کر سنا دیئے جاتے ——— معاہدۂ حدیبیہ اور اسی طرح کے دوسرے معاہدے تحریری طور پر ہوتے رہے۔ یہ اس قدر بڑا فیصلہ اور بغیر تحریر کے محض زبانی سنا دیا جائے ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ یہ ایک ایسا اہم فیصلہ تھا جس کے لئے تحریر ضروری تھی کہ فریقین کے ثالث اُسے پڑھ کر سناتے اس کے بعد اس پر فریقین کے دستخط ثبت ہوتے تاکہ آئندہ فریقین کو اس کے ایک ایک حرف کی پابندی کرنا پڑتی اور کسی کی طرف سے خلاف ورزی کا امکان ختم ہو جاتا ——— حالانکہ اگر چند ٹکوں کا لین دین ہو تو اسے بھی قرآن کریم ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ الخ	اے ایمان والو جب تم ایک مدت مقررہ تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔

(البقرۃ آیت ۸۲)

اور امت محمدیہ کے دو عظیم گروہوں کے درمیان فیصلہ ہو رہا ہے اور ایک بڑی جنگ کے بعد ہو رہا ہے جس میں فریقین کے ۹۰ ہزار آدمی جام شہادت نوش کر چکے ہیں نہ ثالث اسے تحریر کرتے ہیں اور نہ ہی فریقین سے مطالبہ تحریر ہوتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

ہماری اس گزارش کہ ثالثوں کا فیصلہ محض زبانی نہیں تھا بلکہ لکھا گیا اور پڑھ کر سنایا گیا کی تائید طبری اور محاضرات میں لکھے ہوئے ان الفاظ سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ

"معاہدہ تحکیم کے سلسلہ میں فریقین میں یہ طے پایا تھا کہ ثالث جو

فیصلہ سنائیں گے ایک تو وہ زبانی نہ ہو بلکہ تحریری طور پر مرتب ہو اور دوسرے یہ کہ وہ فیصلہ دومۃ الجندل کے مقام پر مقررہ تاریخ پر سنایا جائے"

(ملاحظہ ہو طبری ج ۶ صہ ۲۹/۳۰/۳۲، محاضرات ج ۲ صہ ۲۹)

مگر سبائی فتنہ پردازوں اور مسلم نما تاریخ گویوں نے تاریخ سے ثالثوں کے فیصلہ کا متن ہی حذف کر دیا تاکہ ان کی طرف بے ہودہ اور من گھڑت واقعات منسوب کر کے مسلمانوں کو صحابہ کی عقیدت سے منحرف کرنے کی جو ناپاک کوشش کی جائے اس میں وہ متن حائل نہ ہو سکے ——— اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فیصلہ تحریری تھا اور اس پر ثالثوں کے پھر دونوں طرف کے ثالثوں کے گواہوں کے دستخط لیے گئے تھے اور اس کے بعد فریقین کی موجودگی میں اسے پڑھ کر سنایا گیا ——— جس پر فریقین کو اس قدر اطمینان ہوا کہ پھر حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان کبھی لڑائی نہ ہوئی، اور نہ کسی کی طرف سے کبھی اختلاف رونما ہوا۔

وہ فیصلہ کیا تھا ——— اور اس کے متن کے الفاظ کیا تھے؟ امام ابوبکر بن عربی ——— "العواصم من القواصم" ——— میں تحریر کرتے ہیں کہ اس فیصلے کا متن یہ تھا ——— ترجمہ:

"خلافت کا معاملہ بڑے بڑے صحابہ پر چھوڑ دیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک راضی رہے سردست حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں کا نظم و نسق علیحدہ علیحدہ چلاتے رہیں اور آپس میں امن و سلامتی سے رہیں"

اسی فیصلہ پر فریقین راضی ہو گئے اور ثالثوں یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور

حضرت عمرو بن عاص کے حسن ذہانت اور خداداد بصیرت سے آپس کی جنگ و جدال کا قصہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا ۔۔۔۔۔۔ ان ثالثوں میں سے نہ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری کم عقل تھے جیسا کہ تاریخ میں ملاوٹ کرنے والے سبائیوں نے کہا ہے اور نہ ہی حضرت عمرو بن عاص دھوکہ باز تھے جیسا کہ جعلی تاریخ سازوں نے ان کو ظاہر کیا ہے ۔

اس سے دراصل حضرت علی پر بھی بہتان آتا ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کو ثالث بنانے پر آمادہ ہوگئے جو اس قدر سادہ کم عقل اور بے وقوف تھا کہ فریق مخالف کی سازش کا شکار ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علی میں اتنی سوجھ بوجھ بھی نہ تھی کہ ثالث کو کن صفات کا حامل ہونا چاہیئے ۔

غرضیکہ ۔۔۔۔۔۔ مسلم نما سبائیوں نے تاریخ کو مسخ کر کے صحابہ کرام کی طرف غلط اور گھناؤنے کردار کی نسبت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تاکہ مسلمانوں بالخصوص نئی نسلوں کے دلوں میں صحابہ کی عقیدت باقی نہ رہے بلکہ ان کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ صحابہ تو بے وقوف ، کم عقل یا مکار اور فریبی تھے ۔۔۔۔۔۔ جب معاذ اللہ ! ۔۔۔۔۔۔ لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کی عظمت کے نقوش باقی نہ رہیں گے بلکہ ان کے نزدیک وہ بے وقوف یا چوٹی کے عیار و مکار ٹھہر یں گے تو عوام مسلمانوں اور بالخصوص نئی نسل کا صحابہ کرام کے پہنچائے ہوئے اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اس عوام بالخصوص نئی نسل کو کفر و الحاد کی طرف لے جانا آسان ہو جائے گا ۔

لہٰذا ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ۔۔۔۔۔۔ ثالثوں نے وہی فیصلہ کیا جو امام قاضی ابوبکر بن عربی کے حوالے سے گزرا ۔ اس میں نہ کسی نے دھوکا دیا اور نہ کسی نے دھوکا کھایا اس لئے حضرت امیر معاویہ کو اس بارے میں مطعون کرنا قطعاً بے جا ہے ۔

اعتراض ہفتم

بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حکم دیا تھا کہ

اذا رأیتموہ علی المنبر فاقتلوہ ——— کہ جب تم انہیں منبر پہ بیٹھا دیکھو قتل کر دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ——— یہ روایات رافضیوں کی من گھڑت ہیں جو حضرت امیر معاویہ کو بدنام کرنے اور نگاہ نبوت میں انہیں مقہور و مبغوض ظاہر کرنے کے لئے اختراع کی گئی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری اپنی کتاب تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں ———

وھٰذہ الاحادیث لیس لہا اصول ولم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ صغیر صہ ۷)

یعنی ان روایات کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی کے بارے میں اس طرح کا فرمان ثابت ہے

اعتراض امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد کر کے اسے حکم دیا تھا کہ وہ امام حسین کے ساتھ ہر ممکن ظلم و تشدد کر کے ان سے بیعت لے۔

جواب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے جاں نثار صحابی پر بے بنیاد اعتراض ہے۔ ہم جیسا کہ اس سے پیشتر عرض کر چکے ہیں اگر اس قسم کی کوئی بات تاریخ کے صفحہ پر موجود ہو تو وہ ہرگز حجت نہیں۔ کسی عام مسلمان پر ظلم و زیادتی کرنا اور اس کا مشورہ دینا گناہ کبیرہ ہے پھر نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس قسم کا مشورہ یا حکم دینا تو انتہائی بدتر گناہ ہے جس کی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا اور تاریخ کے رطب و یابس اور بے سروپا حوالہ جات پر اس کی بنیاد رکھنا کسی دانشمند اور اصول پسند انسان سے متوقع نہیں۔ تاریخ کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کے لئے محض تاریخ کا حوالہ کافی نہیں ہے

بلکہ اس میں خبر واحد تک کا بھی اعتبار نہیں کہ وہ بھی ظنی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے —— اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ —— کہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں —— وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا —— کہ ان میں اکثر گمان پر ہی چلتے ہیں۔ بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا —— لہٰذا اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ بیہودہ و غلط اعتراض ہے۔ بلکہ اس کے برعکس سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت پڑھیئے جو آپ نے یزید کو امام عالی مقام کے حق میں فرمائی۔

حضرت امیر معاویہ کی یزید کو وصیّت

امام ابو اسحٰق اسفرائنی ائمہ اہلسنت میں سے جلیل القدر امام گذرے ہیں وہ اپنی مشہور تصنیف لطیف نور العین فی مشہد الحسین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیّت نقل فرماتے ہیں۔ جو آپ نے آخری وقت میں اپنے لڑکے یزید کو فرمائی۔ طوالت کے خوف سے عربی کی بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

”حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مدت تک سربراہ مملکت رہے۔ آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اہلبیت اور جمیع بنی ہاشم خصوصاً حضرت امام حسین اور آپ کے برادران و اہل بیت و اقارب کی بہت۔ تعظیم فرماتے تھے یہاں تک والد سے بھی بڑھکر شفقت فرماتے حضرت امام حسین کو مدینہ منورہ کی نیابت سونپ دی اور آپ مدت تک حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے پھر آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کے اہل بیت و اقارب کے ہمراہ دمشق لے گئے اور انہیں اپنا نائب سربراہ مملکت بنا دیا ہر طرف حضرت امام حسین ہی کا حکم چلتا تھا آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی جاتی تھی حضرت امیر معاویہ ہر شخص کو امام حسین کی تعظیم و تکریم

کا حکم دیتے امام حسین کے ہر مشورہ اور آپکے ہر حکم کی تعمیل فرماتے۔ اور
سب سے پہلے آپ کی ہی ہر ضرورت پوری کی جاتی، حضرت امیر معاویہ جہاں
بیٹھتے حضرت امام حسین کی کرسی اپنے ہمراہ رکھواتے۔ آخر آپ بیمار ہوئے
اور موت کے آثار نظر آنے لگے تو اس وقت اپنے بیٹے یزید کو بلوایا وہ
حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ـــــ میرا آخری وقت ہے
اور تم میرے جانشین ہو گے مگر میں تجھے رعیت میں عدل وانصاف کی وصیت
کرتا ہوں۔ بڑوں کو باپ اور برابر والوں کو بھائی اور چھوٹوں کو اولاد کے
بمنزلہ سمجھنا، خدا اور رسول کی اطاعت کو ہر بات پر مقدم رکھنا اور امام حسین
اور آپکے اعزہ واقارب کا اعزاز واکرام تجھ پر ایسے ہی فرض ہے جیسے
میرا۔ اپنی ہر ضرورت پر امام حسین اور آپکے اعزہ واقارب کی ضرورت
کو مقدم رکھنا اور جمیع بنی ہاشم کے ساتھ میری طرح حسن سلوک سے پیش آنا
اور جب امام حسین مملکت کی باگ ڈور لینا پسند فرمائیں ان کے حوالے
کر دینا۔ یہ سلطنت و بادشاہت تو انہیں کے ہی لشکر کریم کا ایک حصہ ہے۔
اگر خدانخواستہ تو نے میری اس وصیت کے خلاف کیا تو روز قیامت میں تجھ
سے بری ہوں گا اور ان کے جد امجد رسول اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی تجھے
نصیب نہ ہوگی ـــــ اے یزید! ہم اس مقدس گھرانے کے غلام ہیں
کسی حال میں بھی حضرت امام حسین کو ناراض نہ کرنا کیونکہ ان کی ناراضگی خدا اور
رسول کی ناراضگی ہے اور ان سے بغض و عداوت خدا اور رسول سے بغض و
عداوت ہے ـــــ یزید سن لے! اگر تو امام حسین اور ان کے
اعزہ واقارب کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہوا اور ان کی ناراضگی مول لی
تو میں دنیا و آخرت میں تجھ سے بری ہوں گا اور تیرا حشر مجرمین کے ساتھ ہوگا

Marfat.com

اور تو سیدھا دوزخ میں جائے گا ــــــ یزید بولا، حضور! میں آپ کی ہدایات پر من و عن عمل کروں گا۔"

(نور العین فی مشہد الحسین ص۵/۶ طبع مصر مطبع مصطفیٰ البابی ۱۳۷۴ھ)

حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں یزید میں عیب و نقص دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں ــــــ فمعاویة معذور فی ما وقع منه لیزید لانه لم یثبت عنده نقص فیه ــــــ (تطہیر الجنان واللسان ص۲۵) ــــــ یعنی حضرت امیر معاویہ یزید کے ولی عہد بنانے میں معذور تھے کہ انہوں نے یزید میں بچشم خود کوئی عیب نہ دیکھا تھا بلکہ یزید کی طرف سے بعض لوگ امیر معاویہ کے حضور اس کی تعریف کیا کرتے اور یہ خرابی بعد میں پیدا ہوئی اس کی ذمہ داری امیر معاویہ پر نہیں ڈالی جا سکتی۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واصل بحق ہو کر راہی آخرت ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک و ناخنہائے شریفہ اور چادر مقدس کا ایک قطعہ بطور تبرک اپنے ہمراہ لے گئے ــــــ مگر یزید کی کم بختی کہ حضرت امیر معاویہ کی وفات کے بعد اس کی صحبت غیر اور کیفیت مختلف ہو گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس کی نظریں پھر گئیں تو خدا و مصطفیٰ جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے خود محروم ہو گیا ــــــ امام حسین رضی اللہ عنہ درحقیقت اس کی نظر عنایت کے ہرگز ہرگز محتاج نہ تھے آپ غیورانہ انداز سے دمشق کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ اقامت پذیر ہو گئے ــــــ پھر جو کچھ ہوا وہ آپ کی شہادت اور یزید کی شقاوت پر منتج ہوا۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی وہ جلیل القدر امام ہیں جنہیں محدثین استاذ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ نبراس شرح شرح عقائد میں ہے ــــــ ان الدعاء عندہ یستجاب ھذہ کرامة۔ ص۴۷۶ ــــــ کہ ــــــ ان کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ ان کی کرامت ہے ــــــ آپ امام کبیر اصولی و فقیہ بے نظیر تھے

بڑے زاہد و عابد بھی۔ آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے اسفرائن ایک شہر ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں کلام و اصول میں الاستاذ آپ کا ہی عرف ہے۔ امام ابو الحسن اشعری کے شاگرد ہیں روز عاشورہ ۴۱۸ھ نیشاپور میں وفات پائی (نبراس شرح شرح عقائد ص ۲۲۹)

اعتراض امیر معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ستر جنگیں لڑی ہیں اور ان کی بیعت نہیں کی جبکہ حدیث میں ہے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ـــــ جو ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا۔ جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔

جواب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ میں جنگ ضرور ہوئی ہے اور وہ صرف جنگ صفین ہے۔ جنگ جمل میں تو قیادت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی مگر جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کی قیادت تھی۔ ستر جنگیں نہیں ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی سے جنگ کرنا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کرنے کی بجائے مقابلہ میں آنا حضرت امیر معاویہ کی خطا اجتہادی ہے۔ صرف قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی وجہ سے انہیں طوعاً و کرھاً مقابلہ میں آنا پڑا۔ طلب خلافت کے لئے ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نام نہاد مصنفین بلا تحقیق رائے قائم کئے ہوئے ہیں بلکہ وہ حضرت علی کو ہی افضل واحق بالامامتہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ شرح عقائد شریف میں امام تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ـــــ ملاحظہ ہو ـــــ

وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خِلَافَتِهٖ بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ (شرح عقائد طبع مصر ص ۱۴۲)	یعنی حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو لڑائی جھگڑا ہوا وہ ان کی خلافت میں اختلاف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خطاء اجتہادی سے تھا۔

حضرت تفتازانی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد پر استاذ المحققین مولانا عصام الملتہ والدین

ابراہیم بن محمد الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ــــــــ

فَاِنَّ الْوَاجِبَ حُسْنُ الظَّنِّ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم و اِعْتِقَادِ بَرَاءَتِہِمْ عَنْ مُخَالَفَتِہِ الْحَقِّ فَاِنَّہُمْ اُسْوَۃُ اَھْلِ الدِّیْنِ وَ مَدَارُ مَعْرِفَۃِ الْحَقِّ والیقینِ (الی ان قال) وَکَانَ نَزَاعُہُ فِیْ طَلَبِ الْقِصَاصِ لَا فِیْ طَلَبِ الخلافۃِ (ص۱۴۲)

کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن ظن اور مخالفت حق سے ان کی براءت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ وہ اہل دین کے نمونے اور معرفت حق و یقین کے مدار ہیں ــــــ اور امیر معاویہ کا جھگڑا طلب قصاص کے لئے تھا طلب خلافت کے لئے نہیں

اقول وما قال انہ ظاھر البطلان لعدم انقیادہ لاحکامہ المقومۃ ایضا ظاھر البطلان لانہ ان انقاد لاحکامہ لم یبق نزاع بل یکون تقلید اد کانا رضی اللہ عنہما فقیہان ومجتہدان والتقلید حرام علی المجتہد بل یجب علیہ العمل باجتہادہ ــــــ علّامہ امام شمس الملۃ والدین المعروف بالخیالی ــــــ فرماتے ہیں ــــــ

فَاِنَّ مُعَاوِیَۃَ وَاَحْزَابَہٗ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِہٖ مَعَ اعْتِرَافِہِمْ بِاَنَّہٗ اَفْضَلُ اَھْلِ زَمَانِہٖ وَ اَنَّہُ الْاَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ بِشُبْہَۃٍ ھِیَ تَرْکُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَۃِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ

(خیالی مصری ص۱۴۲)

کہ حضرت معاویہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری سے بغاوت کر دی تھی باوجودیکہ انہیں اعتراف تھا کہ آپ ہی افضل اہل زمان اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں ایک شبہ (دلیل شرعی) کیوجہ سے (بغاوت کر دی تھی) وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے ترک قصاص ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ حضرت امیر معاویہ حضرت علی کو ہی اس وقت سب سے افضل اور

خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے لیکن چونکہ حضرت علی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص نہیں لے رہے تھے اس لئے وہ ان کی اطاعت سے انکاری ہوئے انہیں خلافت مطلوب نہ تھی۔
بلکہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی صاحب نبراس تو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بھی عملاً تسلیم کرتے تھے —— بل کان المحاربون یسلمون خلافته —— (نبراس ص ۵۰۲) ——

واقعہ جمل و صفین حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد از شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ چن لئے گئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان سے فوراً قصاص لیں۔ قاتلین عثمان کی تعداد چار ہزار تھی پھر یہ لوگ حضرت علی کی بیعت ہو گئے یہ اپنے ہمنواؤں کی تعداد میں اضافہ کر کے بیس ہزار تک پہنچ گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ ان سے ضرور قصاص لیا جائے گا مگر خلافت کا معاملہ مستحکم ہو جائے مگر حضرت عائشہ صدیقہ ناراض ہو گئیں کہ قصاص میں لیت و لعل کیا جا رہا ہے حضرت طلحہ و زبیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کے ہمراہ ہو گئے اور بصرہ کو روانہ ہو پڑے۔
حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ حضرت ام المؤمنین کے پیچھے روانہ ہو چلے تاکہ آپ کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئیں۔ راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ ام المؤمنین اپنے موقف پر قائم رہیں حتیٰ کہ فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔ حضرت طلحہ و زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اس موقف میں ام المؤمنین کے ہمراہ حضرت علی کے خلاف تھے اسی جنگ میں شہید ہو گئے حضرت ام المؤمنین اونٹ پر سوار تھیں اور ایک جماعت آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے اونٹ کی حفاظت کر رہی تھی اونٹ سے الگ نہ ہوتی تھی تاکہ حرم نبوی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل رکھا گیا کہ جمل عربی میں اونٹ کو کہتے ہیں اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ غالب رہے۔
ام المؤمنین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں اس وقت مصالحت ہو گئی اور محمد بن ابی بکر ام المؤمنین کے بھائی آپ کو واپس مدینہ لے آئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے مطالبہ

قصاص جاری رکھا کہ حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے ساحل فرات پر صفین کے محل میں جنگ ہو گئی یہ جنگ ایک عرصہ تک رہی بعد میں مصالحت ہو گئی۔

الغرض چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ تھا اس بنا پر جنگ ہوئی حضرت علی سے نہ کسی کو بغض تھا نہ عداوت اور حدیث میں جس جنگ کو حضور نے اپنے ساتھ جنگ قرار دیا یہ وہی جنگ ہے جو کسی شرعی وجہ سے نہ ہو بلکہ بغض و عداوت اور ذاتیات کے طور پر ہو جیسے خارجیوں کو ان سے بغض و عداوت تھی جو کچھ تو حضرت علی کے گروہ میں اور کچھ حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں شامل ہو کر فتنہ گری کر رہے تھے یہی باغی گروہ ہے۔

چنانچہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

وَاَعْدَاءُهُمُ الْخَوَارِجُ وَنَحْوُهُمْ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ لَا مُعَاوِيَةُ وَنَحْوُهُ مِنَ الصَّحَابَةِ لِاَنَّهُمْ مُتَاَوِّلُوْنَ فَلَهُمْ اَجْرٌ وَلَهُ هُوَ وَشِيْعَتِهِ اَجْرَانِ رضی اللہ عنہم

(الصواعق المحرقہ صـ۱۵۴ طبع مصر)

یعنی حضرت علی اور آپ کے ساتھیوں کے دشمن تو اہل شام سے خوارج ایسے لوگ تھے حضرت امیر معاویہ اور ان ایسے صحابہ ان کے دشمن نہ تھے کیونکہ انھیں تو دلیل شرعی مجبور کر رہی تھی تو ان کے لئے ایک ثواب تھا اور حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کیلئے دو ثواب

حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے اور ان کی خطا اجتہادی تھی!

اس سلسلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہی حجت کو کافی ہے۔ ملاحظہ ہو

قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِىْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهُ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهُ فَقِيْهٌ (ج ۱ صـ۵۳۱)

حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین معاویہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ تو ایک رکعت سے وتر پڑھتے ہیں فرمایا وہ درست کرتے ہیں کہ وہ مجتہد ہیں۔

Marfat.com

فقیہہ کے معنی عارف بالفقہ مع الدلائل کے ہیں جسے دوسرے لفظوں میں مجتہد کہتے ہیں
چنانچہ اس کی شرح میں امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں

وانہٗ عارفٌ بالفقہ یعنی یعرف ابواب الفقہ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۸/۲۴۹)	کہ حضرت امیر معاویہ فقہ کے ماہر ہیں یعنی مجتہد ہیں۔ (اور مجتہد پر اعتراض و انکار درست نہیں ہوتا)

اعتراض حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن کو زہر دلوائی اور ان کی وفات کی خبر پر مسرت و خوشی کا اظہار کیا۔

جواب اس کے جواب میں لعنۃ علی الکاذبین سے بہتر کوئی جملہ نہیں کہا جاسکتا۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں اگر کوئی ایسی بات ہے تو وہ مخالفین امیر معاویہؓ کی افترا پردازی کے سوا کچھ نہیں۔

اعتراض حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ علی کو گالیاں دو مگر انہوں نے ان کا کہا نہ مانا۔

جواب یہ غلط ہے کہ انہوں نے حضرت سعد سے گالی دینے کا امر فرمایا ہو۔ بلکہ صحیح مسلم شریف میں اس طرح ہے ــــــــــ

امر معاویۃ بن ابی سفیان سعدا فقال ما منعك ان تسب ابا التراب فقال الخ (ج ۲ ص ۲۷۸)	یعنی حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد کو امر کیا کہ تم ابو تراب کو برا کیوں نہیں کہتے تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے تین فضائل مانع ہیں الخ

یہاں امر کا لفظ ما استفہامیہ کے ساتھ ہے جس کے معنی دریافت کرنے کے ہیں۔
چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ــــــــــ

فقول معاویۃ ھذا لیس	تو حضرت امیر معاویہ کا یہ کہنا اس

فيه تصريح بانه امر سعدا بسبه وانما سائله عن السبب المانع له من السب كانه يقول هل امتنعت منه تورعًا او خوفا او غير ذلك فان كان تورعا واجلالا له عن السب فانت مصيبت ومحسن وان كان غير ذلك فله جواب آخر ولعل سعدا كان في طائفة يسبون فلم يسب معهم الخ

(شرح نووی ج ۲ ص ۲۷۸)

بات کی تصریح نہیں کہ انہوں نے سعد کو سب و شتم کرنے کا امر کیا ہو بات تو یہ ہے کہ انہوں نے ان سے وہ سبب دریافت کیا جو مانع عن السب تھا گویا وہ کہنا چاہتے تھے کہ تم اگر تورع و تقویٰ اور شان علی کی بنا پر انھیں بُرا نہیں کہتے تو تم درست کرتے ہو اگر کوئی اور مانع ہے تو اس کا جواب اور ہو گا اور شاید سعد ایسے گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت علی کی شان میں نازیبا باتیں کرتا تو سعد ان کا ساتھ نہ دیتے۔ (امام نووی نے مزید توجیہات بھی فرمائی ہیں)

اعتراض حضرت امیر معاویہ فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور ان کا ایمان کمزور تھا کیونکہ وہ مولفۃ القلوب میں شمار کیے جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں مالی امداد دیتے تاکہ وہ اسلام سے نہ پھر جائیں۔

جواب صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر فتح مکہ سے پیشتر داخل اسلام ہو چکے تھے مگر آپ نے اسلام کو اپنے ماں باپ سے مخفی رکھا اور فتح مکہ کے روز ظاہر کیا۔ لہٰذا اس عمرہ کے موقع پر کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے ایک سال بعد اور فتح مکہ سے ایک سال قبل ادا کیا آپ مسلمان تھے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد نے امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس عمرہ میں مروہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زلفیں میں نے تراشی

تھیں ـــــ کما فی التطہیر لابن حجر المکی ـــــ جیساکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بھی فتح مکہ تک اپنے اسلام کو پردۂ خفا میں رکھا۔ اور یہ عذر کی بنا پر تھا۔ اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کو مالی امداد دینا ان کے مؤلفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا جیساکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بحرین کے غنائم سے اتنا مالی امداد دینا کہ جسے وہ تنہا اٹھا بھی نہ سکتے تھے ان کے مؤلفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

اعتراض حضرت نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کے لئے حکومت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ظالم حکومت ہوگی، جیساکہ حدیث مدۃ خلافت میں وارد ہے ـــــ لہٰذا امیر معاویہ کی حکومت کا ظالم ہونا لازم آتا ہے۔

جواب بنی امیہ کی حکومت کو ظالم فرمانا تغلیبی طور پر ہے کلی طور پر نہیں کہ منطقی لحاظ سے قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے کلیہ کے نہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز کی حکومت بھی تو بنی امیہ کی حکومت سے تھی اسے کون ظالم حکومت کہے گا؟ ـــــ نیز حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کی حکومت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی ـــــ تو اگر وہ ظالم حکومت تھی تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کے حق میں دعا فرمائی ـــــ نیز ایک حدیث میں تو حضرت امیر معاویہ کی حکومت کے لئے رحمت کا لفظ بھی وارد ہوا ہے ـــــ ملاحظہ ہو ـــــ چنانچہ امام طبرانی اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اول ھذا الامر نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکا ورحمۃ الخ
(تطہیر الجنان ص۱۶)

یعنی اس دین کا آغاز نبوت و رحمت ہے پھر خلافت (راشدہ) و رحمت ہے۔ پھر بادشاہت و رحمت ہوگی الخ۔

Marfat.com

یہ ملک و رحمت حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت کو فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا ـــــ معلوم ہوا کہ معترض کی مروی حدیث کا حکم دورِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز شامل نہیں ہے۔

اعتراض و جواب | آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت امیر معاویہ کو کئی بار بلوایا وہ کھانا کھاتے رہے۔ آپ نے بددعا دی کہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے؟ ـــــ

جواب یہ ہے ـــــ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بتقاضائے بشریت اور بھی کئی حضرات صحابہ کو ایسے سخت لفظ کہے اور بد دُعا فرمائی ہے ـــــ مثلاً ثکلتک امک، ویحک، تربت یداک ـــ اور ـــ علی رغم فلان ـــ یا ـــ رغم انفک ـــ جس سے مقصد بد دعا نہیں بلکہ اظہارِ تلخیٔ محبوبانہ ہے ـــ یہ بھی بارگاہِ اقدس سے درحقیقت رحمت و برکت کا تحفہ ہے ـــــ حدیث میں ہے ـــــ اللہ تعالیٰ سے آپ نے دُعا فرمائی۔ کہ یا اللہ میں بتقاضائے بشریت جس امتی کے بارے میں کوئی سخت لفظ کہہ دوں یا بد دُعا فرماؤں اسے اس کے حق میں رحمت سے بدل دینا ـــــ ملاحظہ ہو حدیث صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳

لہٰذا ـــــ یہ سخت الفاظ حضرت کی دُعا سے امیر معاویہ کے حق میں باعث رحمت و مغفرت ہوں گے۔

اعتراض | حضرت عمار بن یاسر کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا اور اسے حضرت امیر معاویہ کے گروہ نے قتل کیا۔

جواب | ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس باغی گروہ سے خارجیوں کا گروہ مراد ہے اور اس قسم کے لوگ دونوں طرف سے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں شک نہیں کہ خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلے میں تھے مگر وہ ایک شرعی شبہ کی وجہ سے مقابلے میں تھے اور یہ مقابلہ اجتہاداً تھا نہ کہ عناداً جبکہ آپکے گروہ کے بعض لوگ یعنی خارجی اجتہاداً نہیں عناداً لڑ رہے تھے جبکہ امیر معاویہ جنتی تھے اور جو صحابہ اس اشتباہ

کی وجہ سے آپ کا ساتھ دے رہے تھے جیسے حضرت زبیر و طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے وہ بھی قطعاً جنتی تھے ——— حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے یوں بھی فرمایا تھا کہ ——— تدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار ——— کہ تم انھیں جنت کی طرف اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہوں گے ——— حضرت طلحہ و زبیر بھی تو حضرت امیر معاویہ کی طرف تھے جو قطعاً جنتی تھے اور اسی باغی گروہ کی طرف تھے ——— تو جنتی دوزخ کی دعوت کیسے دے سکتا ہے۔ دوزخی ہی دوزخ کی دعوت دے سکتا ہے ——— تو معلوم ہوا کہ اس گروہ میں سے جو دوزخی لوگ تھے وہی حضرت عمار کے قاتل تھے جو صحیح معنوں میں باغی تھے اور وہ خارجی تھے ——— حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مجتہد اور معذور ہونے کی وجہ سے ایک ثواب کے مستحق تھے اور وہ بھی جو ان کے ہمراہ اشتباہ کی بنا پر لڑ رہے تھے ——— جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے بعض لوگ دوزخی تھے اور وہ خارجی تھے ——— چنانچہ مستدرک شریف میں ہے ——— ابن جرموز جو حضرت علی کے گروہ میں تھا اور آپ کی حمایت میں حضرت امیر معاویہ کے ہمراہی زبیر بن عوام کا سر کاٹ کر لایا اور حضرت علی کی خوشنودی کو آپ کی خدمت میں زبیر کا سر پیش کیا۔ مگر آپ نے رضا و خوشنودی کا اظہار کرنے کی بجائے اس سے فرمایا کہ تو دوزخی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر کا سر قلم کیا ہے ——— (ملاحظہ ہو مستدرک ج ۳ ص ۳۶۷)

اگرچہ صورۃً حضرت امیر معاویہ پر باغی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر چونکہ ان کی نیت صحیح تھی اور دلیل شرعی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ باغی الخیر قرار پائیں گے اور قاتل عمار بن یاسر جو خارجی تھے نیت صحیح نہ رکھتے تھے تو وہ باغی الشر قرار پائیں گے اور ایسے لوگ ہی داعی نار ہو سکتے ہیں جیسے حدیث میں باغی خیر و باغی شر ارشاد ہوا ہے۔

اعتراض حضرت امیر معاویہ کی خطا کو بعض علماء اہلسنت نے خطاءِ اجتہادی نہیں خطاءِ منکر قرار دیا ہے اور خطاءِ منکر کا مرتکب فاسق ہے۔

Marfat.com

جواب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا اور ابن عباس کی یہ شہادت حضرت علی ہی کے گروہ کے ایک فرد عظیم کی شہادت ہے جو اس جنگ میں حضرت علی کا ساتھ دے رہے تھے۔ صحابہ کرام انبیاء نہ تھے اور نہ فرشتے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے کچھ حضرات سے لغزشیں ہوئیں اور بایں ہمہ اللہ تعالےٰ نے ان سے درگذر کر کے اپنی رضا کا اعلان اور ان سے جنت کا وعدہ فرمالیا ـــــ وكلا وعد الله الحسنى ـــــ

خطا اجتہادی کی قسمیں خطا کی دو قسمیں ہیں ۱۔ خطا عنادی: یہ مجتہد کی شان نہیں ۲۔ خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور عنداللہ اس سے کوئی مؤاخذہ نہیں ـــــ پھر خطا اجتہادی دو قسم ہے: ۱۔ خطائے اجتہادی مقرر کہ اس کے مرتکب کا دنیا میں بھی کوئی مواخذہ نہیں۔ یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ برپا نہ ہو جیسے ہمارے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا خطاء اجتہادی مقرر ہے ـــــ

۲۔ خطائے اجتہادی منکر: یہ وہ خطا ہے جس سے مرتکب کا دنیا میں مؤاخذہ ہوگا اور اسے پینپنے نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں فتنہ اٹھتا ہے ـــــ حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف اسی قسم کی خطا کہلاتا ہے یعنی خطاء اجتہادی منکر اس لئے حضرت علی ان کا مواخذہ کرتے اور اس خطا کے ارتکاب سے جنگ تک کے ذریعے سے انہیں باز رکھنے کی کوشش فرماتے کما قال حکیم الامۃ سیدی ابو العلا محمد امجد علی الاعظمی الرضوی فی کتابہ الشریف الموسوم ببہار شریعت المجلد الاول

امیر معاویہ اوّل ملوک اسلام ہیں توراتِ مقدس میں اسی طرف اشارہ ہے ـــــ

مولدہ بمكة ومهاجرہ بطيبة وملكه بالشام ـــــ (دارمی شریف صہ ۴) ـــــ

کہ نبی آخر الزمان مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ کو ہجرت کریں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی تو امیر معاویہ کی بادشاہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قرار پاتی ہے۔

سیّدنا امام حسن نے عین میدان میں اپنی جاں نثار بہادر فوج کے ہمراہ ارادۃً واختیاراً ہتھیار رکھدیے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمادی اور مع امام حسین الخ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس صلح کی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پیش گوئی دی اور اسے امام حسن کے محامد میں سے شمار کیا تھا ــــ ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (بخاری ج ا ص۵۳) ــــ میرا یہ بیٹا سیّد ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا ــــ تو امیر معاویہ پر فسق کا طعن کرنے والا در حقیقت امام حسن پر طعن کرتا ہے کہ انہوں نے ایک فاسق کو خلافت اسلامیہ سپرد کردی بلکہ یہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر طعن ہے کہ انہوں نے اسے امام حسن کے محامد میں شمار فرمایا بلکہ یہ اللہ تعالےٰ پر طعن ہے کہ اس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر یہ پیش گوئی القاء فرمائی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ غرضیکہ اجتہادی خطاء میں فسق کا فتویٰ بجائے خود فسق ہے۔

فسق سے براءت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خطائے اجتہادی منکر پر فاسق قرار دینے والا یا تو رافضی ہے یا کم بخت خارجی جو سنیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ ذاتِ اقدس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سراپا عدل وخیر ہیں اور فسق کی نسبت سے پاک ــــ حضرت علامہ فہامہ اہلسنت کے امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــ

والمخطی فی الاجتھاد لایضلل ولا یفسق علی ما علیہ الاعتماد	کہ اجتہادی خطاء کے مرتکب کی بنا بر مذہب معتمد تضلیل وتفسیق نہ کی جائے گی۔

(شرح فقہ اکبر طبع مصر ص۶۵)

اعتراض فاسق نہیں تو کم از کم باغی کہہ سکتے ہیں ــــ کہ ان کے گروہ پر باغی کا اطلاق آیا ہے۔

جواب گروہ پر حکم لگانے سے قائد گروہ پر حکم لازم نہیں آتا کیونکہ گروہ میں تو

مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں جیسے یزید قسطنطنیہ کی جنگ کے گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ مگر خود مغفورلھم کے حکم سے خارج تھا، جیسا کہ عنقریب ہم مدلل عرض کریں گے —— یوں ہی حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں عناداً لڑنے والے قاتلینِ عمار خارجیوں پر فئہ باغیہ کے اطلاق سے حضرت امیر معاویہ پر اسس کا اطلاق ضروری نہیں۔ اطلاق، اطلاق میں فرق ہوتا ہے۔ جن علماء نے حضرت امیر معاویہ پر باغی کے لفظ کا اطلاق کیا ہے وہ صورت شرعیہ کے طور پر ہے جبکہ اَب اس لفظ کا اطلاق صورت شرعیہ سے ہٹ کر ایک غلط اور فاسد معنوں میں معروف ہو چکا ہے اس لئے اب ان پر اس کا اطلاق سوء ادبی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں جنگ بدر کے صحابہ پر وانتم اذلہ (ذلیل) کا اطلاق اپنے لغوی مفہوم پر ہوا ہے اَب ہمارے عرف میں ذلیل کا لفظ قبیح مفہوم رکھتا ہے اس لئے اس کا اطلاق کسی شریف پر جائز نہیں۔ چنانچہ امام اہلسنت حکیم الامۃ مولانا مفتی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی رضوی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب مبارک شریعت کی بہار موسوم بہ نام بہار شریعت میں فرماتے ہیں ——

> عرف شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں عناداً ہو یا اجتہاداً ان حضرات (رجوع کرنے والوں) پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا گروہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق فئہ باغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی مفسد و معاند و سرکش ہو گیا اور دشنام (گالی) سمجھا جاتا ہے اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۶۱/۶۲)

امام بدر الملۃ والدین کی تنبیہ

امام علامہ بدر الملۃ والدین ابو محمد محمود بن احمد المعروف امام عینی متوفی ۸۵۵ھ شارح بخاری کی تنبیہ بھی ملاحظہ فرمایئے ——

والحق الذی علیہ اھل السنۃ الامساک عما شجر بین الصحابۃ و	اور وہ حق جس پر اہلسنت ہیں صحابہ کے آپس کے جھگڑوں سے زبان روکنا اور

حسن الظن بهم و التاویل لهم وانهم مجتهدون متاولون لم یقصدو امعصیة ولا محض الدنیا فمنهم المخطی فی اجتهاده والمصیب و قدرفع اللہ الحرج عن المجتہد المخطی فی الفروع وضعف اجر المصیب

(عمدۃ القاری شرح بخاری)
ج ا ص ۲۱۲

ان کے بارے میں حسن ظن اور ان کے لئے تاویل کرنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ مجتہد تھے ان کے پاس دلائل شرعیہ تھے انہوں نے معصیت اور دنیا کا قصد نہیں کیا تھا کچھ ان میں سے اجتہاد میں خطا کرنے والے ہیں اور کچھ حق پر ہیں اور فروعات میں اللہ تعالیٰ نے خطا کرنے والے مجتہد سے تنگی اٹھالی (بلکہ ایک ثواب بھی دیا) ہے اور حق پانے والے کے ثواب کو دوگنا کر دیا۔

امام طبری کا مذہب

اس سلسلے میں مخالفین زیادہ تر مواد تاریخ طبری سے لیتے ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ طبری میں ہر طرح کی رطب و یابس باتیں جمع کر دی ہیں مخالفین کے لئے اتنا کافی ہے کہ خود طبری کو اپنی ان روایات پر بھروسہ نہ تھا انہوں نے سند کے ساتھ ہر واقع کو نقل کیا سند کے راویوں کی چھان بین کر کے ہر واقع کی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود امام طبری نے جو اپنے لئے رائے قائم کی ہے وہ جمہور اہلسنت سے بھی سخت ہے۔ جمہور اہلسنت تو دونوں فریقوں میں حضرت علی کو حق پر اور حضرت معاویہ کو خطا پر تصور کرتے ہیں مگر امام طبری یہ فیصلہ بھی نہیں کر پائے کہ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون خطا پر ——— چنانچہ امام عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں ——— وتوقف الطبری وغیرہ فی تعیین الحق منهم (ج ا ص ۲۱۲) ——— یعنی امام طبری وغیرہ نے اس بات میں خاموشی اختیار کی ہے کہ ان حضرات میں کون حق پر تھا ——— جو حضرات محض تاریخ طبری کے رطب و یابس واقعات پر حضرت امیر معاویہ پر جرح وطعن کرتے ہیں وہ یہاں سے عبرت حاصل فرمائیں، کہ خود

Marfat.com

صاحب تاریخ بھی سب کچھ لکھنے کے بعد خاموشی میں بہتری دیکھتا ہے تو دوسروں کو کہاں مناسب ہے کہ وہ اس کی تاریخ کو دلیل بنا کر زبان طعن دراز کریں۔

فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر عام اور مشہور اعتراضات کسی حد تک ذکر کر کے جوابات پیش کر دیئے ہیں امید یکہ اس قدر کافی ثابت ہو گا۔ اگر ضرورت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن میں انشاء اللہ مزید عرض کریں گے۔ اب حضرت امیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہ ایک فقیہہ کی حیثیت سے

حدیث نمبر ۱: بخاری شریف کی وہی حدیث صحیح ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اس میں سب سے بڑا اعزاز صحابیت کا اعزاز ہے چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّہٗ صَحِبَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم —— یعنی حضرت امیر معاویہ کے بارے میں زبان انکار نہ کھولو کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کریمہ کے فیضیاب ہیں —— یہ وہ اعزاز و اکرام ہے کہ جہان بھر کی دولت اس پہ نثار کی جا سکتی ہے ایک مسلمان کے لئے ان کی شان و عظمت میں اتنی سی بات بہت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہی سب سے بڑی منقبت اور یہی سب سے بڑی عظمت ہے جو انہیں حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۲: —— بھی منقبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اِنَّہٗ فقیہ کہ حضرت معاویہ تو فقیہہ ہیں رواہ البخاری فی مناقب معاویۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس کہ اجلۂ اہلبیت اور اتباع حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں جو حضرت امیر معاویہ کے فقیہہ ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور فقہ علی الاطلاق جلیل تر مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں بھی فقہ

کی دُعا فرمائی ـــــ اللھم فقهه فی الدین ـــــ اور حدیث صحیح میں ہے ـــــ من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین ـــــ کہ جس بندے سے خدا بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا کرتا ہے یعنی اسے فقیہہ بنا دیتا ہے ـــــ جب ان کا فقیہہ ہونا ثابت ہوا تو معلوم ہو کہ امت کا اجماع ہے کہ صحابہ اور سلف صالحین اور ان کے بعد کے قرون میں فقیہہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں ـــــ ملاحظہ ہو ـــــ

فقد اجتمعت الامة اهل الاصول والفروع علی ان الفقیه فی عرف الصحابة والسلف الصالح و قرون آخرین بعدهم هو المجتهد المطلق وانه یجب علیه ان یعمل باجتهاد نفسه ولا یجوز له ان یقلد غیره فی حکم من الاحکام

یعنی امت کے اہل اصول وفروع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ اور سلف صالح اور ان کے بعد کے قرون میں فقیہہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں اور یہ کہ اس پر اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ضروری ہے اسے احکام میں سے کسی حکم میں دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں۔

(تطہیر الجنان امام ابن حجر صہ۲۱)

صحیح بخاری میں ترجمان القرآن کی زبان درفشاں سے سیدنا معاویہ کا فقیہہ ہونا ثابت پھر فقیہہ مجتہد مطلق ہوا اور مجتہد مطلق پر دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں بلکہ اس پہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اگرچہ اجتہاد میں خطا کا مرتکب ہو۔ لہذا حضرت معاویہ مجتہد مطلق ہونے کی وجہ سے حضرت علی کی تقلید نہیں کر سکتے تھے۔

۳ ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت معاویہ کیلئے حکومت کی دُعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے لئے حکومت کی دُعا فرمائی تھی چنانچہ امام بزار وامام احمد بن حنبل وامام طبرانی وابن سعد وامام قاضی عیاض اپنی اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے حضرت معاویہ کے حق میں دُعا فرمائی ـــــــ

اللھم علمہ الکتاب و الحساب ومکن لہ فی البلاد وقہ سوء العذاب	خداوندا۔ امیر معاویہ کو قرآن اور حساب کی تعلیم دے اور اسے زمین کی بادشاہی عطا فرما اور اسے سوء عذاب سے بچا۔

(تطہیر الجنان ص۱۶) (شرح شفاء للقاری ج ۱ ص۶۶)

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں ـــــ ودعا لمعاویۃ بالتمکین فنال الخلافۃ (شفاء شریف ج ۱ ص۲۱۵) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لئے سلطنت کی دعا فرمائی تو وہ خلیفہ ہو گئے ـــــ اسی میں آگے فرماتے ہیں ـــــ واخبر بملک بنی امیۃ وولایۃ معاویۃ ووصاہ (ج ۱ ص۲۲۳) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو امیہ کی بادشاہت اور معاویہ کی حکومت کی پیشگوئی دی اور اسے وصیت فرمائی

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں ـــــ صار خلیفۃ وسلطانا مالکا للبلاد بدعائہ صلی اللہ علیہ وسلم (نسیم الریاض ج ۴ ص۱۲۶) ـــــ یعنی امیر معاویہ حضور کی دُعا ہی سے خلیفہ و بادشاہ اور مالک بلاد ہوئے۔

۴ ـــ دُعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ پر کوئی غالب نہ آئے گا!	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دُعا فرمائی کہ وہ ہرگز مغلوب نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت محدث اعظم

محقق اعلم مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء میں حدیث نقل فرماتے ہیں ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ـــــ

"لن یغلب معاویۃ" وقد بلغ علیا ھذہ الروایۃ فقال لو علمت لما	"معاویہ ہرگز مغلوب نہ ہوگا" اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث پہنچی تو فرمایا اگر یہ حدیث پہلے میرے علم

آجاتی تو میں معاویہ سے نہ لڑتا۔	حارثہ۔

(شرح شفاء ج ۱ صفحہ ۶۶)

امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں اس حدیث کا پس منظر یوں بتایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک یہودی پہلوان آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا میرے ساتھ کشتی کیجئے۔ قبل ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی جواب دیتے حضرت امیر معاویہ فوراً بولے کہ اے یہودی میں حضور کا غلام ہوں اور میری موجودگی میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کرنے کی اجازت نہیں پہلے میرے ساتھ کشتی کرو اگر میں مغلوب ہوا تو پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کا چیلنج کرنا، یہودی پہلوان نے بات مان لی اور کشتی شروع ہو گئی۔ حضرت امیر معاویہ نے ایک ہی داؤ سے اسے زمین پہ پٹخ دیا اور اسے زبردست شکست دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر حضرت امیر سے فرمایا —— اے معاویہ! اب کے بعد کوئی طاقت تجھے زیر نہ کر سکے گی۔

۵ —— کاتب وحی

آپ کے فضائل سے عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کاتب وحی ہیں چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ حضرت امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کتابت کے فرائض انجام دیا کرتے (التطہیر صفحہ ۱)۔ امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین سے حسین الکتابۃ فصیح و حلیم اور صاحب وقار تھے —— بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی خطوط لکھتے تھے نہ کہ وحی —— یہ صحیح نہیں بلکہ آپ وحی اور خطوط دونوں کے کاتب تھے۔ چنانچہ —— امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں ——

من وحی وغیرہ —— (تطہیر الجنان صفحہ ۱)

۶ —— خال المؤمنین

امام قاضی عیاض نے نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز اور امیر معاویہ میں سے کون افضل ہے؟

امام معافی بن عمران شدید ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر کسی غیر کو مت قیاس کریں۔ معاویہ تو حضور کے صحابی اور سالے (مسلمانوں کے ماموں) اور آپ کے کاتب اور خدا کی وحی کے امین ہیں۔

۷ — حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار

حضرت امام زاہد و عارف عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے کسی نے سوال کیا کہ عمر بن عبدالعزیز اور حضرت معاویہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس گھوڑے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے اس کے ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار بار افضل ہے۔

۸ — حضرت معاویہ جنتی شیر خدا کا پیغام

معتبر سند سے مروی ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ اریحا کی مسجد میں دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے پھر بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی طرف ایک شیر آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھایا۔ شیر بولا، ٹھہریئے، میں ایک پیغام لایا ہوں (گویا یہ شیر کی شکل میں فرشتہ تھا)۔ آپ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے بھیجا؟ اس نے کہا — مجھے آپ کی طرف اللہ نے بھیجا ہے کہ آپ حضرت معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ جنتی ہیں — میں نے پوچھا کون سے معاویہ — کہا ابن ابی سفیان — اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔

(تطہیر الجنان ص ۱۲)

۹ — بردبار اور سخی

امام حافظ حارث ابن اسامہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا —

ومعاویة بن ابی سفیان	کہ معاویہ بن ابی سفیان میری اُمت

احلم امتی واجودھا — میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہیں۔

(تطہیر الجنان صـ۱۲)

۱۰ — رازدارِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم

امام محب الدین طبری اپنی مشہور کتاب ریاض النضرہ میں حدیث روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عشرہ مبشرہ صحابہ کی تعریفیں فرمائیں پھر فرمایا:

وصاحب سری معاویۃ بن ابی سفیان فمن احبھم فقد نجا ومن ابغضھم فقد ھلک (التطہیر صـ۱۳)

کہ میرے رازدار معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ تو جس نے ان سے محبت کی وہ نجات پاگیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہو گیا۔

۱۱ — ہادی و مہدی

امام ترمذی نے حدیث روایت فرمائی کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَمَھْدِیًا وَاھْدِبِہِ النَّاسَ (ترمذی)

کہ اے اللہ! معاویہ ہادی و مہدی بنا اور اسکو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔

حرفِ آخر

ان گیارہ روایتوں پر اکتفا کرتے ہوئے کتاب ختم کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ نے چاہا تو طالبین ہدایت اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کے اوہام کا ازالہ ہو گا۔ جو حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں کہیں قابل اصلاح بات پائیں تو اس خادم کو مطلع فرما کر دعا و اجر حاصل فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ اس کتاب کو اپنے پیارے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبول کو پہنچا کر اس سراپا معصیت کے گناہوں کا کفارہ

فرمائے۔ اور علم و عمل صالح میں ترقی دے۔ مسلک اہلسنت کی تبلیغ کی مزید توفیق بخشے، اور روز قیامت، سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن مقدس سے وابستہ لوگوں میں اٹھائے

آمین۔

وھذا الدعا لابوی ولا ولادی ولاساتذتی ولمشائخی ولاحبابی

آمین۔

فقط محمد

الشہیر بہ غلام سرور قادری

ایم۔ اے اسلامک لاء

متخصص فقہ و قانون اسلامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل و مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم

وَاِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (قرآن حکیم)

اور اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اہلبیت کی قسمیں اہلبیت کی تین قسمیں ہیں ۱۔ اہلبیت سکنی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں جو سکونت و گھر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے آپ کے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔ لہٰذا نص قرآن کی رُو سے ازواج مطہرات کا اہلبیت ہونا اظہر من الشمس ہوا۔

سوال ازواج مطہرات اہلبیت نہیں کیونکہ وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوتیں اور اس کی وجہ یہ ہے آیت تطہیر سے قبل ان کے لیے مؤنث کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جبکہ آیت تطہیر میں عنکم اور یطھرکم کی ضمیریں مذکر کے لیے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا ھٰؤلاء اھل بیتی کہ میرے اہلبیت یہی ہیں۔

جواب ازواج مطہرات یقیناً اہلبیت ہیں اور وہ آیت تطہیر کا مصداق اولین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرنا تشیع اور جہالت ہے۔ رہی عنکم اور یطھرکم کی جمع مذکر کی ضمیر تو وہ لفظاً اہل کی وجہ سے ہے۔ محاورہ عرب

میں "اھل" کے لفظ کے لیے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اگرچہ اس کی مصداق عورتیں ہوں چنانچہ قرآن مجید کی ایک جگہ یہ حقیقت قابل مشاہدہ ہے۔ ہم ان شواہد قرآنیہ میں سے صرف ایک شاہد کے پیش کرنے پر اکتفار کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ (طٰہٰ)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لیے اسمیں سے کوئی چنگاری لے آؤں۔

لہٰذا حسب محاورۂ عرب یہاں بھی ازواج مطہرات کے لیئے لفظ اہل کے اعتبار سے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت کا مابعد بھی ازواج مطہرات کے حق میں ہے لہٰذا بہر صورت آیت تطہیر کی اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں۔ اور آنحضرت کا حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ھؤلاء اھل بیتی میں کوئی حصری معنے نہیں۔ یعنی اس کا ترجمہ "میرے اہلبیت یہی ہیں" غلط ہے۔ بلکہ ترجمہ ہے۔ "یہ میرے اہلبیت ہیں" اس سے ازواج مطہرات کے اہلبیت ہونے کی نفی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ چونکہ ظاہر نص ان چار حضرات کو شامل نہ تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت واسعہ نے ان چار نفوس قدسیہ کو بھی نعمت تطہیر میں شامل فرما دیا۔

غرضیکہ قرآن وحدیث اور بزرگان سلف کے اقوال کو جمع کرنے کے بعد یہی صحیح و مسلم قرار پاتا ہے کہ ازواج مطہرات و حضرات چہار نفوس قدسیہ وغیرہم من اولادہ و افادیہ سب اہلبیت ہیں۔ یہی امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو امام ابن عساکر و ابن ابی حاتم عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا:

نزلت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً (روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۲)

کہ آیت انما یرید اللہ تا آخر خاصکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری۔

لفظ خاصۃً (خاصکر) ملحوظ خاطر ہے۔

اسی طرح امام ابن مردویہ نے حضرت ابن جبیر کے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اُتری۔ اور حضرت عکرمہ سے امام ابن مردویہ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا،

انما هو نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۳)	کہ آیت تطہیر کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہی ہیں۔

اس میں لفظ انما جو مفید حصر ہے ملحوظ رہے۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ عنہ اپنی سند سے حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:۔

کان عکرمۃ ینادی فی السوق (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا قال نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہ حضرت عکرمہ بازار میں منادی فرماتے تھے کہ آیت تطہیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۷)

۲۔ اہلبیت کا دوسرا قسم نسبی ہے یعنی جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق ہے۔ جیسے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کریمین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیاں رضوان اللہ علیہم اجمعین

۳۔ اہلبیت کا تیسرا قسم سببی یا حکمی ہے۔ اور یہ وہی حضرات ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عنایات وافرہ سے اہل بیت میں داخل فرمایا جیسے حضرت واثلہ بن اسقع و حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما ہیں۔

بہر صورت ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا میں " اِنّکِ علیٰ خیر " کے معنی ہیں کہ تو بھلائی پر ہے (یعنی میرے اہلبیت سے ہے)

اس کا یہ مطلب لینا کہ تو اہلبیت سے نہیں ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ ایک اور روایت میں اس طرح واضح ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی :

اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِكَ ؟ قَالَ بلی وَ اَدْخَلَهَا الْكِسَاءَ (الصواعق ص۱۴۱) | کہ حضور کیا میں آپ کے اہلبیت سے نہیں ہوں ! فرمایا کیوں نہیں اور اسے بھی چادر مبارک میں داخل کر لیا۔

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ صواعق محرقہ میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ دوسری صاحبزادیوں، اقارب اور مزید برکات کے حصول کے لیے ازواج مطہرات کو بھی چادر تطہیر میں داخل کر لیا۔

امام ابن حجر مکی صواعق اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف مسلول میں فرماتے ہیں خلافت جب بادشاہت میں بدلنے لگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت باطنیہ عطا فرمائی کہ غوثیت کبریٰ اہلبیت کے ساتھ ہی مختص کر دی گئی۔ سیف مسلول اور مجدد اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظ مبارک میں ہے کہ

غوثیت کبریٰ کے مالک اہلبیت ہیں

غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے۔ بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین مولیٰ علی کو اور امامین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل ہوئے امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے

حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے اور ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہو گی

(الملفوظ ج ا ص ۱۲۹/۱۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ہدایت کے ستارے اور میرے اہلبیت کشتی نجات ہیں. گویا کشتی نجات پر بیٹھ کر ستاروں سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے بحر تاریکی میں سفر آخرت کرنے والا ساحل مراد کو ضرور پہنچ کر رہے گا ستاروں یا کشتی، دونوں سے یا کسی بھی ایک سے بے نیازی برتنے والا ساحل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور — نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(اعلیٰحضرت بریلوی)

حدیث شریف میں ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے (اور ان کے حکم پر چلتے) رہو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اس میں ہدایت اور نور ہے دوسری میری عترت — وفی روایۃ مطان عترتی سنتی لما ان العترۃ تلزم السنۃ

آیت مباہلہ کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں کو اپنے ہمراہ لے گئے، مخالفین کو ہمت نہ پڑی ورنہ حضرات اہلبیت کی دعا سے مخالفین کا خاتمہ ہو جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیہ صاحبزادیاں شریک مباہلہ نہ ہوئیں کہ وہ پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں۔

اہلبیت کے ساتھ محبت و عقیدت فرائض ایمان سے ہے چنانچہ آیت المودۃ فی القربیٰ کا تقاضا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں ؎

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

آلُ النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی ‏ ‏ ‏ ارجُو بِھم اُعطیٰ غدًا بالیمینِ صحیف

کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے اسے اللہ نے قرآن میں اتارا اور تمہیں عظمتِ مرتبہ کو اتنا کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار میرے لیئے ذریعۂ نجات ہے اور آل اطہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کا میرے لیئے وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ آل پاک کے صدقے میں قیامت کے دن مجھے میرا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا۔۔۔۔ روز قیامت جب اہل بیت کا سوال ہوگا جس طرح کہ جب صحابہ کا) خارجیوں اور ناصبیوں کا جو (اہلبیت سے قطع نظر) صحابہ سے محبت کا دعویٰ ہے وہ ایسے ہی جھوٹا ہے جیسے شیعوں کا (صحابہ سے قطع نظر) اہلبیت سے محبت کا دعویٰ ہے صحابہ و اہلبیت دونوں کی محبت جانِ ایمان ہے۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الٰہی بحق بنی فاطمہ ❊ برقول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ❊ من و دست و داماں آل رسول

نواب بھوپالی صاحب کا آل پاک سے توسل

لطف یہ ہے کہ اہلحدیث حضرات کے شیخ الشائخ جناب نواب صدیق حسن صاحب بھوپالی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار سے توسل کیئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ وہ اپنی مشہور تصنیف مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:

تا صلوۃ بر آل نفرستند اُمتیاں بما مور بہ حاصل نشود فرد
الٰہی بحق بنی فاطمہ ❊ کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ
(مسک الختام ج ۱ ص ۵)

○

یزید بن معاویہ

نام یزید بن معاویہ کنیت ابو خالد خاندان اموی والد کا نام حضرت امیر معاویہ اور دادا کا ابو سفیان رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبیہ ہے۔ یزید ۲۵ یا ۲۶ھ کو زمانۂ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا۔ موٹا اور بہت گھنے بالوں والا تھا۔ اپنے باپ سے حدیث بھی روایت کی ہے پھر اس سے آگے اس کے بیٹے خالد بن یزید اور عبد الملک بن مروان نے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس سے کوئی نازیبا حرکت نہ دیکھی تھی بلکہ بعض حضرات سے اس کی تعریفیں اور فضیلتیں سنی تھیں اس لیے اسے اپنا جانشین بنایا اور اللہ تعالےٰ سے یوں دعا کی:

اللھم ان کنت عھدت لیزید لما رأیت من فضلہ فبلغہ ما املت واعنہ وان کنت انما حملنی حب الوالد لولدہ وانہ لیس لما صنعت بہ اھلا فاقبضہ قبل ان یبلغ ذلک (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۷/۱۵۸)

یا اللہ اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت و اہلیت دیکھ کر اپنا جانشین بنایا ہے تو اُسے میری توقع پر پورا اتار اور اس کی مدد فرما اور اگر میں محض شفقت پدری کو ایک باپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے سے اپنا جانشین بنایا اور وہ نااہل ہے تو اُسے عنانِ حکمرانی سنبھالنے سے پہلے ہی ہلاک کر دے۔

کیا صالحین کے لیے کرسی اقتدار حرام ہے؟

بعض لوگ حضرت امام حسین کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کے مقابلے میں اقتدار نہیں چاہتے تھے یہ قطعاً غلط ہے حضرت امام اقتدار کے لیے ہی تشریف لے گئے تھے اور شریعت کی رو سے اس وقت آپ ایسی دینی، روحانی اور مرکزی شخصیت کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب عامۃ المسلمین ایک شرابی وزانی اور دینِ اسلام میں رخنہ ڈالنے والے شخص کے مقابلے میں اس کا دامن

تھامنا چاہیں اور دین اسلام کے تحفظ کے لیئے اسے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلائیں تو وہ ان سے دامن نہ چھڑائے بلکہ ان کی قیادت کرے اور اس ظالم و فاسق اور بدکار کو کرسی اقتدار سے ہٹا کر خود اس پر متمکن ہو اور دین اسلام ایسے جامع نظام حیات کو لوگوں میں بہ تمام و کمال رائج و نافذ کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا تھا ۔ اَجْعَلْنِی عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْم ـــ کہ ملک بھر کے خزانے میرے سپرد کر (دیکھ کہ میں ملک کا نظم و نسق کس احسن طریقے سے چلاتا ہوں) بے شک میں دیانت و علم والا ہوں ـــ اس لیئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلے میں کوفیوں کی درخواست کرسی اقتدار پر فائز ہونے کے جذبے سے جانا خواہش نفس سے نہ تھا بلکہ ایک دینی و ملی تقاضے سے تھا ـــ انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء مانوی (الحدیث) ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں :

وقال لہ ابن عمر لا تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ اللہ تعالیٰ بین الدنیا والاخرۃ فاختار الآخرۃ و انک بضعۃ منہ ولا تنالھا یعنی الدنیا

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۸)

اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ آپ کوفے کو تشریف نہ لے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور آخرت (درویشی) میں سے کسی ایک کے چن لینے کا اختیار دیا تو آپ نے درویشی کو پسند فرمایا اور آپ حضور کے جسم اطہر کے ٹکڑا ہیں اور آپ دنیا (بادشاہت) کو نہیں حاصل کر سکیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام خلافت و اقتدار کی خواہش رکھتے تھے اور یزید ایسے فاسق و فاجر کے مقابلے میں ان کا ایسا کرنا ان کی دینی ذمہ داری بھی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عامۃ المسلمین کے اصرار و اعانت یزید ایسی مکروہ و ناپسندیدہ قیادت کو بدلنا چاہتے تھے اور آپ یقیناً بجانب حق تھے اور یزید خدا و مصطفےٰ کا باغی تھا۔ در اصل

باغی وہی ہوتا ہے جو اللہ رسول کے احکامات کو پامال کرے، اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور جدوجہد کرنے والا باغی نہیں، مجاہد ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے — افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر — کہ ظالم قیادت کو کھری کھری سنانا افضل جہاد ہے۔

حضرت امام کو باغی قرار دینا شقاوت اور خروج ہے چنانچہ —— امام اہلسنت گیارھویں صدی کے عظیم ترین مجدد مولانا علی بن سلطان قاری فرماتے ہیں:۔

واما ما تفوہ بعض الجھلۃ من ان الحسین کان باغیا فباطل عند اھل السنۃ والجماعۃ ولعل ھذا من ھذیانات الخوارج عن الجادۃ

کہ یہ جو بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ امام حسین باغی تھے اہل سنت وجماعت کے نزدیک غلط ہے اور شاید یہ راہ حق سے بہکے ہوئے (خارجیوں) کی بڑ ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص۸۷)

یزید پلید کی شقاوتوں کا جائزہ لینا ہو تو مدارج النبوۃ و نبراس و دیگر کتب محققین کا مطالعہ فرمائیں۔ ایسے ایسے انکشافات پائیں گے جن سے ایک مسلمان کے جذبات بے قابو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہاں اختصار مدنظر ہے اس لئے صرف محدثین کی نظر میں یزید کی حیثیت واضح کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی سزا

امام سیوطی تاریخ الخلفاء اور امام ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ نوفل بن ابی الفرات (اور تہذیب التہذیب میں ہے نوفل بن ابی عقرب) نے حضرت امام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک شخص نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ استعمال کیا۔

فقال تقول امیر المومنین و امر بہ فضرب عشرین سوطا۔

آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو یزید پلید کو امیر المومنین کہتا ہے اور آپ کے حکم سے اس شخص کو بیس کوڑے مارے گئے۔

(تاریخ الخلفاء ص۱۶۰ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۶۱)

Marfat.com

سنہ ۶۳ھ میں جب اہل مدینہ کو یزید کی خباثت کا علم ہوا تو جو لاعلمی میں اس سے بیعت کر چکے تھے انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی یعنی اس کی نافرمانی (جسے آج کی نئی اصطلاح میں سول نافرمانی کہتے ہیں) کا اعلان کر دیا۔ تو یزید نے اہل مدینہ پر فوج کشی کی تین روز تک اہل مدینہ کا قتل عام ہوا جن میں صحابہ و صحابیات تک شامل تھے مسجد نبوی میں اذان و نماز تک کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور یزیدی لشکر نے مسجد میں گھوڑے باندھے۔ اور اس کی ناپاک فوج نے کعبہ معظمہ تک کی بے حرمتی کی اور اس کی تمام تر ذمہ داری یزید پلید پر عائد ہوتی ہے۔ آخر سنہ ۶۴ھ میں یہ کمبخت ہلاک ہو گیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کی رائے

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں،

ولیست لہ روایۃ تعتمد (ج ۱۱ ص ۳۶۱)	کہ یزید کی کوئی قابل اعتماد روایت نہیں ہے۔

یہی امام ممدوح رحمۃ اللہ علیہ یزید کے بارے میں تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں،

ولیس باھل ان یروی عنہ (ص ۵۶۲)	کہ یزید اس بات کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔

امام علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الانصاری خلاصہ تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان ولی عھد من ابیہ واستباح المدینۃ لم یمھلہ اللہ تعالیٰ ھلک سنۃ اربع وستین (ص ۴۲۴)	یزید بن معاویہ بن ابی سفیان باپ کا ولی عہد بنا اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت نہ دی۔ سنہ ۶۴ھ میں ہلاک ہوا۔

امام اہلسنت تاریخ اسلام کے مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یزید کے بارے میں ہمارا وہی مسلک ہے جو ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے یعنی توقف کہ خود اسے کافر نہ کہیں گے اور تکفیر کرنے والے کو منع بھی نہ کریں گے۔

امام واقدی نے متعدد طرق سے روایت کی ہے کہ حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہِ ماخرجنا علی یزید حتی خِفنا اَنْ نُرمٰی بالحجارۃِ من السماءِ اِنَّ رجالًا ینکحُ اُمھاتِ الاولادِ والبناتِ والاخواتِ ویشربُ الخمرَ ویدعُ الصلٰوۃ (تاریخ الخلفاء صنہ ۱۶۰)

قسم بخدا یزید سے ہم نے اس وقت ہی بغاوت کی جب ہمیں اس بات کا ڈر لگنے لگا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسیں گے لوگ امہات الاولاد، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے، شراب پینے اور نماز چھوڑنے لگ گئے تھے۔

اور امام ذہبی، ابن تیمیہ کے شاگرد رشید فرماتے ہیں ؛

وَلَمَّا فعلَ یزید باھل المدینۃ مافعلَ مَعَ شُربِ الخمرِ واتیانہ المنکراتِ اِشْتَدَّ علیہ النّاسِ وخرجَ علیہ غیرُ واحدٍ ولم یُبارِکِ اللّٰہُ فی عمرہ

اور جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ساتھ ہی شراب و بدکاریوں کا دور دورہ چلایا تو لوگ اس کے باغی ہو گئے اور اللہ نے اس کی عمر میں برکت نہ فرمائی۔

(تاریخ الخلفاء صنہ ۱۶۱)

یہ امام ذہبی کی شہادت ہے جو علامہ ابن تیمیہ صاحب کے شاگرد رشید ہیں۔ اور خود امام ابن تیمیہ یزید کے بارے میں نہایت نرم خیال ہونے کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مظلوم و شہید اعتقاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؛

تمکّنَ اولئک الظلمۃُ الطغاۃُ من سبطِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی قتلوہ مظلوما شہیدا (الیٰ ان قال) فان ماقصدہ من تحصیلِ الخیرِ ودفعِ الشرِّ لم یحصلْ

ظالموں سرکشوں نے نواسئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پا لیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا حالانکہ آپ مظلوم و شہید ہیں۔ آپ نے جو نیک مقصد کو حاصل کرنے اور یزید کے شر کو دور فرمانے کا ارادہ کیا تھا وہ کچھ بھی حاصل

منہ شئی" (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۲/۲۴۱) | نہ ہوسکا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام کا یزید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور اس کی ناپاک و ظالم حکمرانی کو ختم کرنا آپ کا نیک مقصد تھا آپ کا قتل باغی کے طور پر نہیں مظلوم و شہید کے طور پر ہے۔ یزید ہی دراصل ظالم و طاغی تھا اور وہ عامۃ المسلمین کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقتل من قتل و بایع مسلم الناس علی انھم خول لیزید یحکم فی دمائھم و اموالھم بما شاء وانھم اعبد له فی طاعة الله ومعصيته
(فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱/۶)

اور اہل مدینہ کے قتل عام کے بعد بقیہ لوگوں سے مسلم بن عقبہ یزید کے حق میں اس بات کا عہد لیا کہ وہ یزید کے تابعدار رہیں گے اور یزید کو ان کے جان و مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہوگا اور ہر جائز و ناجائز بات میں یزید کے فرمانبردار رہیں گے۔

سوال و جواب

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کی تھی اور جب لوگوں نے اس کی بیعت توڑی تو وہ ناراض ہوئے اور ایسے لوگوں سے قطع تعلق کرنے کی دھمکی دی یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کی شرح میں امام عسقلانی و امام قسطلانی فرماتے ہیں:

فیه وجوب طاعة الامام الذی انعقدت له البیعة والمنع من الخروج علیه وانه لا ینخلع بالفسق

کہ عبد اللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی بیعت تمام ہونے کے بعد اس کی فرمانبرداری ضروری اور اس کی نافرمانی ممنوع ہے اور وہ فسق سے اپنے عہدۂ امارت سے معزول نہیں ہوتا۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱ و ارشاد الباری ج ۱۰ ص ۱۹۹)

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے کیوں انکار کیا؟ —— اس کا جواب یہ

ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر زاہدانہ مزاج رکھتے اور گوشہ نشین رہتے تھے جب کہ ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے انہیں یزید کے بارے میں یقینی ذرائع سے ان اسباب کا علم نہ پہنچا جن سے کوئی شخص ناقابل بیعت قرار پاتا یا اپنے عہدۂ امارت سے معزول متصور ہوتا ہے اور امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو علی وجہ البصیرۃ اور یقینی ذرائع سے اس کا علم ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے بیعت سے انکار کیا اور بیعت شدہ حضرات نے بیعت توڑ دی اور شریعت میں یہی ہے۔ چنانچہ ——

محدث اعظم و فقیہہ اکرم مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واجمعوا علی ان الامامۃ لاتنعقد لکافر ولو طرء علیہ الکفر انعزل وکذا لو ترک اقامۃ الصلوات والدعاء الیہا وکذا البدعۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۷، ص۲۰۱)	یعنی اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمانوں کا امیر نہیں ہو سکتا اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے تو وہ معزول ہو گیا اور اسی طرح بادشاہ اگر نماز اور نماز کی تبلیغ چھوڑ دے اور اسی طرح وہ بدعت کا حامی ہو جائے تو وہ اپنے عہدہ سے معزول ہو چکا۔

یعنی اس پر فرض ہو گا کہ وہ کرسی اقتدار سے الگ ہو جائے یا عامۃ المسلمین اسے زبردستی علیحدہ کر کے متبادل صالح شخص کو اپنا سربراہ ملک بنائیں اس کے بعد فرماتے ہیں:

وجب علی المسلمین خلعہ ونصب امام عادل ان امکنہم ذلک (ج ۷، ص۲۰۱)	یعنی اگر مسلمانوں سے ہو سکے تو ایسے سربراہ کو علیحدہ کر کے اس کی جگہ نئے صالح شخص کو سربراہ بنائیں۔

اور امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری و امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الذی علیہ العلماء فی امراء الجور انہ ان قدر علی خلعہ لغیر فتنۃ ولا ظلم وجب	یعنی ظالم سربراہوں کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی فتنہ اور ظلم و زیادتی کے بغیر انہیں علیحدہ کرنا ممکن ہو تو انہیں علیحدہ کرنا

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۵۹ و فتح الباری ج ۱۳ ص ۶) | ضروری ہے۔

یہاں دراصل صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کی شرح میں مندرجہ بالا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے ــــ "وان نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ" ــــ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت سربراہ مملکت کی نافرمانی نہ کرو جب تک کہ وہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ ارتکاب نہ کرنے لگے جس کے کفر و معصیت ہونے کی تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے دلیل موجود ہے۔

گویا جب سربراہ مملکتہ اسلامیہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ مرتکب پایا جائے جس کے کفر و معصیت ہونے پر کتاب و سنّت کی روشنی میں دلیل موجود ہو تو ایسے سربراہ مملکتہ کو ہٹانا اور اس کی سول نافرمانی ضروری ہے ــ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی نافرمانی کر کے اس حدیث پر عمل فرمایا۔

حدیث قسطنطنیہ کا جواب

بعض لوگ جو یزید کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازنے پر مصر ہیں یزید کے جنتی ہونے پر ایمان و یقین بھی رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں اس حد تک غلو ہے کہ وہ اپنے ایک صوم و صلوٰۃ کے پابند باپ کے جنتی ہونے میں تو شک کر سکتے ہیں مگر یزید کے بارے میں نہیں۔ ان کے اس غلو کا موجب دراصل ایک حدیث ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس کا آخری حصہ یہ ہے)

اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ	کہ میری اُمّت کا اوّلین لشکر جو شہر قیصر کا جہاد کرے گا وہ بخشے ہوئے ہوں گے۔

ــــ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۱۰) ــــ

کہتے ہیں کہ اس جہاد میں یزید شریک بلکہ قیادت کر رہا تھا اور مدینۃ قیصر قسطنطنیہ ہے۔ یزید کی قیادت میں سیدنا ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابو ایوب انصاری ایسے اکابر صحابہ جہاد کر رہے

تھے، جب یزید کی قیادت ایسے صحابہ نے تسلیم کر لی تو اس کی کیا شان ہو گی؟ اور وہ حدیث کا مصداق ہو کر مغفور لہ (جنتی) ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گئے تھے یزید کی نہیں ـــــ چنانچہ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

الاظهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هؤلاء السادات فى خدمته	کہ ظاہر تر یہ ہے کہ لوگ اکابر صحابہ اس سفیان کے ہمراہ تھے یزید بن معاویہ کے ہمراہ نہ تھے کیونکہ وہ اس کا اہل نہ تھا کہ یہ اکابر صحابہ اس کی خدمت میں رہتے

ـــــ (ج ۱۴ ص ۱۹۸/۱۹۹) ـــــ

علامہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں جہاں حضرت امیر معاویہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے وہاں یزید کی منقبت بھی معلوم ہوتی کہ وہ حدیث میں موجود مغفور لھم کا مصداق ہو کر جنتی قرار پاتا ہے۔ بخاری کے تینوں شراح کرام اس کی تردید میں فرماتے ہیں۔

قلت اى منقبة كانت ليزيد وحاله مشهور (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۹)	کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں یزید کے لیے کونسی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔

حدیث کے عموم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یزید اس میں شامل ہی نہیں کیونکہ یہ خوشخبری مشروط بہ خاتمہ علی الایمان ہے۔

لا يلزم من دخوله فى	یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے لازم

ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقا فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم

نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل خاص سے نہ نکلتا ہو کیونکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا ارشاد مغفور لھم اہل مغفرت ہونے سے مشروط ہے حتیٰ کہ اگر اس غزوے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا (معاذ اللہ) تو اس عموم میں داخل نہ ہوتا تو پتہ چلا کہ مغفور لھم سے وہی لوگ مراد ہیں جن میں مغفرت کی شرط پائی جائے (لہٰذا یزید خارج ہو گیا)

(فتح الباری ج ۶ صفحہ ۸۴ وعمدۃ القاری ج ۱۴ صفحہ ۱۹۹ و ارشاد الساری شرح بخاری ج ۵ صفحہ ۱۰۴)

شرح عقائد میں تو علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے یزید پلید کو ملعون و کافر قرار دیا ہے۔ اور یہی قاضی ابو العلی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا خیال ہے۔

الغرض حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں امام حق پر تھے اور یزید کمبخت باطل پر تھا — اور اس کی حمایت کرنے اور اسے جنتی قرار دینے والے حضرات دراصل خارجیت کے داعی ہیں۔

اہلسنت وجماعت کے محققین علمائے کرام وحامیان دین متین فقہاء ومشائخ عظام کے فتاوی شریفہ، تصدیقات وتائیدات منیفہ

تاجدار اہلسنت مجتہد ملت وحامی دین وناصر شریعت امام المحدثین واستاذ المفسرین قطب عالم، غوث زماں شہزادۂ اعلحضرت سیدنا ومولانا شاہ محمد مصطفے رضا خاں مفتی اعظم ہند بریلی شریف دامت برکاتہم العالیہ کا

فتویٰ مبارک (بریلی شریف انڈیا)

۷۳

۴۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

۱ــــ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے گمراہ اور بد مذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ایسے کو امام بنانا گناہ، امام بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

۲ــــ کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت (بدعقیدگی) بد مذہبی وگمراہی واستحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص وحضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام

حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس مسیلمہ کذاب ملعون کو جہنم واصل کیا وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس وشر الناس کو قتل کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے (بہار شریعت حصہ اول صـ۷۷) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو فاسق کہنے والا کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، واللہ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین لپورلوی غفرلہ رضوی دارالافتاء بریلی شریف
۵ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفےٰ رضا خاں غفرلہ

مصطفےٰ رضا خاں قادری ۱۳۷۷ھ
محمد
آل الرحمٰن
ابو البرکات محی الدین جیلانی

مہر دارالافتاء

(۲)
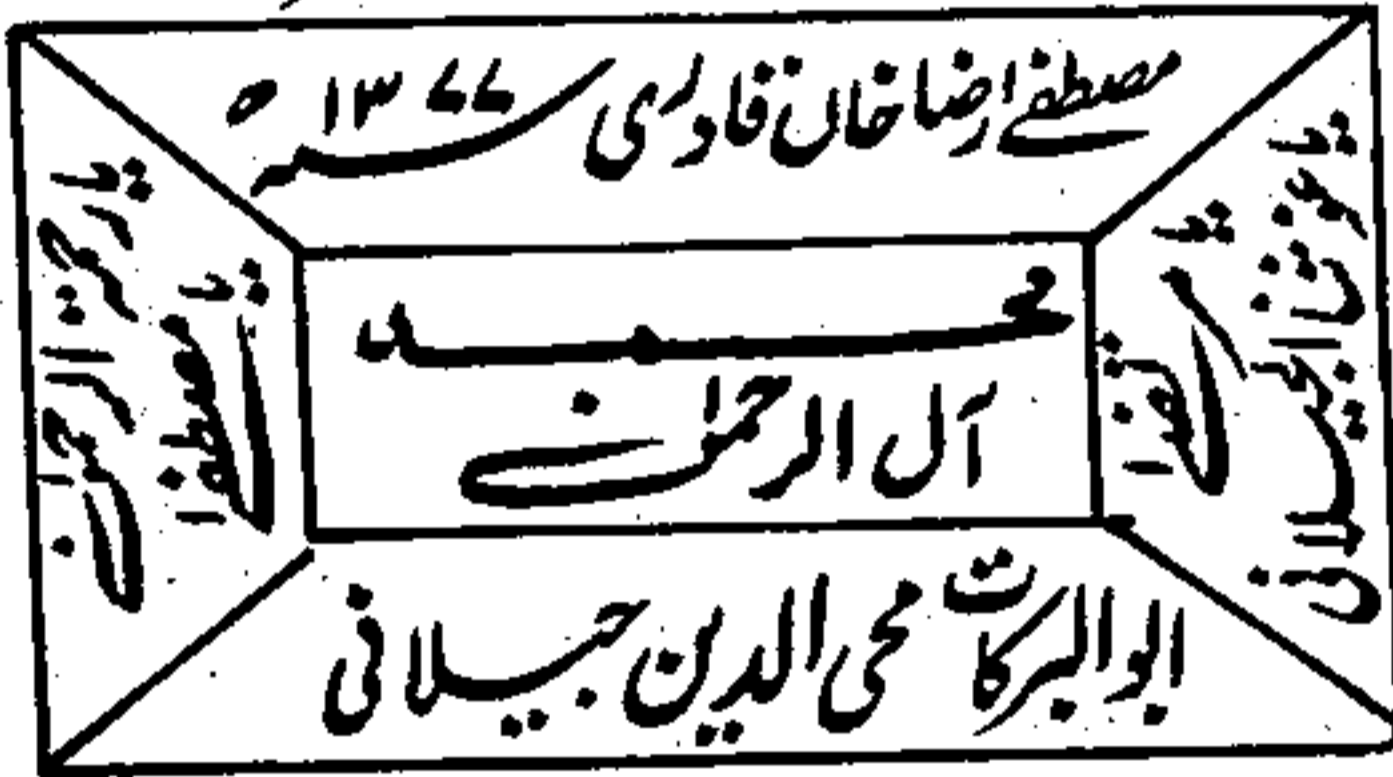
غزالی زماں رازی دوراں استاذ المحدثین والمفسرین مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مہتمم مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا

فتویٰ (از بہاولپور)

۱ — شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تفضیل جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اہلسنت کا اجماعی (متفق علیہ) عقیدہ ہے اس عقیدہ کا مخالف سنی نہیں ہے، اس لئے اس کی اقتدا (اسے امام بنانا) بھی جائز نہیں ہے

۲ ـــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ فاسق کہنے والا ہرگز سنی نہیں تمام صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان بالاتفاق اہلسنت کے نزدیک واجب الاحترام ہیں اس لئے ایسے شخص کی اقتداء بھی درست نہیں۔

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، آمین!

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ
۹ راگست ۱۹۶۹ء

(۳)

امام اہلسنت استاذ المحدثین والمفسرین مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب حزب الاحناف لاہور کا

فتویٰ (از لاہور)

الجواب وہو الموفق للصواب

۱ ـــــــ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے وہ تفضیلی شیعہ ہے، ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے وہ ہرگز اہلسنت سے نہیں ہے ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں،

۲ ـــــــ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا اور ان کو مطعون کرتا ہے وہ خود فاسق ہے، اس کو امام بنانا گناہ ہے، اس کے پیچھے نماز قریب حرام اور واجب الاعادہ ہے وہ شخص اہلسنت وجماعت سے نہیں کیونکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے سارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے راہ یاب ہو جاؤ گے نیز فرمایا

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذیٰھم فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ	ترجمہ:۔ میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ میری محبت سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی سے ہی ان کو دشمن رکھتا ہے اور جو ان کو ایذا

دیتا ہے وہ بلاشبہ مجھے ایذا دیتا ہے اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے اور جو اللہ کو ایذا دیتا ہے عنقریب اللہ اسے پکڑے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے[1] ان کی منقبت میں احادیث بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والوں سبھی کیساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ (سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے) لہذا ان کو بُرا کہنے والا فاسق (خدا و رسول کا نافرمان) ہے

واللہ تعالیٰ اعلم

احقر العباد ابو الریان محمد رمضان نائب مفتی
دار العلوم حزب الاحناف لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء

مہر مدرسہ

الجواب صحیح وصواب والمجیب النجیب مصیب ومثاب
فقیر قادری ابو البرکات سید احمد عفی عنہ
خادم الحدیث دار العلوم حزب الاحناف
لاہور

(۴)

حضرت علامہ فہامہ محقق اہلسنت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا

فتویٰ

(از گجرات پاکستان)

جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتانے یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو فاسق کہنے والا شخص بالکل بے دین اور شیعہ ہے، غالباً تقیہ کر کے اہلسنت

[1] بناءً علی روایۃ

بنا ہوا ہے ایسے شخص کو فوراً اہلسنت کی مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے اور کوئی مسلمان اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے اگر امامت کے لالچ میں توبہ بھی کرے تو زبانی اعتبار نہ کرو بلکہ تحریر کرالو، یہ عقائد بالکل رافضیوں کے ہیں کسی اہلسنت کے عقیدے میں صحابہ کی توہین و گستاخی نہیں ہے نہ کوئی مسلمان اتنی جرات کر سکتا ہے جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ رافضی ہے اگرچہ وہ اور اس کے حواری اسے مسلمان سنی سمجھیں،

واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ

مفتی اقتدار احمد خاں مفتی دار العلوم غوثیہ نعیمیہ
گجرات مغربی پاکستان ۲۳ ۱/ ۶۹

الجواب صحیح
فقیر احمد یار بدایونی نعیمی
گجرات پاکستان

(۵)

امام اہلسنت محدث پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب قادری رضوی محدث لائلپوری کے نائب محقق وقت جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ کا

فتویٰ (از لائلپور)

الجواب ھو الموفق للصواب

۱ — حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد امت مسلمہ کا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اولیہ پر اتفاق ہے، افضلیت مشکک ہے[1] جس کا اعلیٰ ترین فرد حضرت صدیق اکبر ہیں پھر بحسب المراتب دیگر ارباب خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم پھر یہ تسلسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کمالات وافرہ اور فضائل متکاثرہ سے متوشح و متزین ہیں اور خصائل بہیہ ذخلاق

[1] امت میں

سنیہ کے باعث جولان تصوف میں مراتب فضولی کے مکان قصی کے فرسان کے شہسوار ہیں اور مدینۃ العلم کے کمالات علمیہ کا آپ باب مفتوح ہیں مگر بایں ہمہ حضرات شیخین سے مفضول ہیں اور اسی پر امت حنفیہ کا اتفاق ہے اس کے برعکس عقیدہ رکھنا تشیع ہے اور محض ضلالت و گمراہی ہے ایسا شخص ہرگز ہرگز سنی نہیں اور نہ ہی اہلسنت و جماعت کی مسجد میں امامت کے قابل ہے لیسے شخص کو ہرگز ہرگز سنیوں کا امام نہ بنایا جائے۔

۲ــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ثقہ اور صالح صحابی ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آپ کی حقیقی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ بہت بڑے عالم اور مجتہد صحابی ہیں آپ کیلئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آپ کی شان میں گستاخی کرنا اور آپ کو برا کہنا رفض ہے، ایسا شخص جو آپ کو برا کہے شیعہ ہے وہ ہرگز ہرگز سنی نہیں ہے اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے اسے اہلسنت و جماعت کی مسجد میں ہرگز ہرگز امام نہ رکھا جائے، واللہ و رسولہ اعلم

غلام رسول غفرلہ قادری رضوی

مفتی جامعہ رضویہ لائل پور ۳۱۔۸۔۶۹

(۶)

استاذ العلماء علامۃ الدھر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان القادری

البرکاتی مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ کا

فتویٰ

(از حیدرآباد)

الجواب

۱ــــــ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل سیدنا صدیق اکبر

ـــ مفضول مرتبہ میں کم

ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمٰن غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو جو شخص مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے وہ گمراہ و بدمذہب ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے ان فضّل علیا علیھما فمبتدع اور غنیۃ و رد المحتار وغیرہ میں ہے الصلوٰۃ خلف المبتدع تکرہ بکلّ حال بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ)

۲ ـــــــ حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا، غرض کسی صحابی کی شان میں سوء عقیدت بدمذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے اسے برضا و رغبت امام بنانا خود کو عذاب الٰہی میں ڈالنا ہے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے فوراً امامت سے علیحدہ کر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی

(۷)

فقیہہ العصر علامۃ الدہر مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی محدث بصیرپوری کا

فتویٰ

(از ضلع ساہیوال)

الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب

عالی جناب حضرت قادری صاحب مدظلہم

Marfat.com

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الانبیاء والرسل افضل البشر ہیں اور یوں ہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہذا اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والے شخص کے پیچھے سنّی کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصل اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

حررہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

۶/۱۰/۶۹

(۸)

شیخ القرآن والحدیث علامہ مولانا غلام علی صاحب مہتمم دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑہ کا

فتویٰ

(از اوکاڑہ ساہیوال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وہو الموفق للصواب

جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے یا حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو برا بتائے، ان سے بدعقیدگی رکھے ہر دو صورتوں میں ایسا شخص فاسق و متبدع[1] ہے اور ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے

[1] متبدع یعنی بدعتی اور اہلسنت سے خارج

وہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی [1] وھذا ھو الحکم فی کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ تحریمیۃ ونصوص الفقہاء الحنیفیۃ فی ذلک متوافرۃ واذکر البعض لقدر الحاجۃ

(۱) — سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر بالکلیہ تفضیل کا قائل مبتدع ہے، شامی جلد دوم صہ ۲۹۸ میں ہے [2] الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیۃ فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی اوکان ینکر صحبۃ الصدیق اویقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ بخلاف ما اذا کان یفضل علیا اویسب الصحابۃ فانہ مبتدع لاکافر

۲ — سب صحابہ کو مباح [3] سمجھے یا یہ اعتقاد رکھے کہ کسی صحابی کو گالی دینے پر ثواب مترتب ہوگا جیسا کہ بعض شیعہ کا عقیدہ ہے یا کفر صحابہ کا معتقد ہو تو کافر ہے بالاجماع ورنہ فاسق و مبتدع ہے واما [4] من سب احدا من الصحابۃ فھو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح اویترتب علیہ ثواب کما علیہ بعض الشیعۃ او اعتقد کفر الصحابۃ فانہ کافر بالاجماع کما صرح بہ العلامۃ ابن عابدین الشامی فی رسائلہ ناقلا عن العلامۃ القاری

(رسائل ابن عابدین ج ۱، صہ ۳۶۷)

---

[1] اور یہی حکم ہے ہر اس نماز میں جو کراہت تحریمیہ کیساتھ ادا ہوئی اور فقہاء احناف کی عبارات اس مسئلہ میں بہت ہیں اور میں کچھ بقدر ضرورت ذکر کرتا ہوں،

[2] بے شک رافضی اگر اس قسم کا ہو کہ حضرت علی کے خدا ہونے کا قائل ہو یا کہتا ہو کہ حضرت جبرائیل نے حضرت علی پر وحی اتارنے کی بجائے حضرت محمد پر وحی اتار کر غلطی کی تھی یا حضرت صدیق اکبر کے صحابی ہونے کا منکر ہو یا حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتا ہو تو وہ کافر ہے (باقی صہ پر)

۳ —— فاسق کو امام بنانا گناہ ہے غنیہ شرح منیہ میں ہے انھم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمیۃ (ص۴۷۹) یہ مذہب احناف کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے اصلاً نماز جائز ہی نہیں، چنانچہ غنیہ میں ہی عبارت سابقہ کے آخر میں فرمایا ہے لم تجز الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک وھو روایۃ عن احمد۔

۴ —— شیخین تو درکنار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے والا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک رافضی ہے، الرافضی من فضل علیا علی عثمان رضی اللہ عنہما کذا فی الغنیۃ المنسوبۃ الی سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ وعن سائر الاولیاء وبھم عنا وعن جمیع المسلمین۔ فقط واللہ اعلم

الجواب بیان غلام علی غفرلہ

خادم الافتاء و مدیر الجامعۃ الحنفیۃ اشرف المدارس اوکاڑہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۹ء

(باقی صسے آگے) کہ اس نے ان قطعیات کی مخالفت کی ہے جن کا دین سے ہونا بالبداہۃ معلوم ہے اس کے برعکس جب وہ حضرت علی کو فضیلت دے یا صحابہ کرام کو برا کہے کہ وہ بدعتی اور اہلسنت سے خارج ہوگا کافر نہ ہوگا ۔ جائز نکلے اور بہر حال جو کسی صحابی کو برا کہے تو وہ فاسق ہے اور بدعتی ہے بالاتفاق مگر جب وہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ صحابہ کو برا کہنا جائز ہے اس پر ثواب ملے گا جس طرح کہ کچھ شیعوں کا عقیدہ ہے یا صحابہ کرام کے کافر ہونیکا عقیدہ رکھتا ہو (معاذ اللہ) تو وہ بالاتفاق کافر ہے جسطرح کہ علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسائل میں علامہ قاری سے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے۔

لہ لوگوں نے اگر فاسق کو امامت کے لئے آگے کیا تو وہ گنہگار ہوں گے، اس بنا پر کہ اسے مقدم کرنے کی کراہت، کراہت تحریمیہ ہے ۲ہ فاسق کے پیچھے امام مالک کے نزدیک بالکل نماز (باقی صہ پر)

(۹)

فاضل جلیل عالم نبیل محقق بے عدیل مفتی محمد اعجاز الرضوی شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور کا

فتویٰ (از لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الجواب

۱ ــــــ حضرت سرکار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل البشر بعد از انبیاء و مرسلین ہونا دلائل قطعیہ یقینیہ اجماعیہ سے ثابت اور مسلک اہلسنت کا جز ہے جو صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مولائے کائنات حیدر کرار کو افضل بتائے وہ اہلسنت سے نہیں فاسق و ضال ہے اسے امام بنانا حرام حرام، حرام اشد حرام ہے، لو قدموا فاسقا یأثمون[۲] یہ عقیدہ رکھنا فسق فی العقیدہ ہے اور فاسق فی العقیدہ کے پیچھے ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ نماز باطل و ناجائز و حرام ہے لایجوز خلفہ اصلا[۳]

۲ ــــــ معاذ اللہ، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان رفیع ہیں (ان کو فاسق و برا بتاکر) یہ گالی نہ دیگا مگر خارجی رافضی ناصبی اور زندیق و ملحد۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا؟ اہل سنت کہنا باطل و ناجائز ہے نہ وہ اہلسنت ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا امام بنایا جائے اس کی امامت حرام حرام حرام اشد حرام وہ فاسق فی العقیدہ ہے امام زیلعی فرماتے ہیں دفی تقدیلہ تعظیمہ وقد وجب

اصلا سے لگے، جائز نہیں اور امام احمد سے ایک روایت یہی ہے [۳] رافضی وہ ہے جو حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھے اسی طرح غنیۃ الطالبین میں ہے جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

[۱] گمراہ [۲] ترجمہ:۔ اگر قوم نے فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہو گی [۳] اس کے پیچھے نماز بالکل ناجائز ہے

(باقی صہ پر)

از ترجمہ مفتی محمد غلام سرور قادری

علیہم اہانتہ شرعاً[1] واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی

خادم الحدیث دار العلوم جامعہ نعمانیہ لاہور

مہر

۱۹ رمضان ۱۳۸۹ھ

(۱۰)

عمدۃ العارفین استاذ العلماء علامۃ الدہر مولانا غلام جہانیاں صاحب معینی شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ معینیہ ڈیرہ غازیخاں کا

فتویٰ

(از ڈیرہ غازیخاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

۱ ـــــ عقائد اہلسنت میں ہے ان افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق ثم عمر رضی اللہ عنہما[2] لہذا تفضیل علی کرم اللہ وجہہ کا عقیدہ رکھنے والا اہلسنت سے نہیں ہے لہذا امامت کے بھی لائق نہیں ہے

(ص سے آگے) اوّل ہذا عند الامام مالک وعند الامام احمد فی روایۃ عنہ اما عندنا وعند الشافعی رحمہ اللہ فتجوز الصلوٰۃ خلفہ مع کراہۃ تحریمیۃ وکل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ تحریمیۃ فتجب اعادتہا فتبین بہذا ان ما ادعاہ الفاضل المجیب دامت برکاتہم من اجماع الائمۃ واتفاقہم علی عدم جواز الصلوٰۃ خلف ہذا المبتدع التفضیلی فسبق من قلمہ وسہو فقط محمد غلام سرور قادری رضوی مصطفوی سعیدی عفی عنہ

[1] ترجمہ:- اور اس کے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مقتدیوں پر شرعاً ایسے گمراہ کی اہانت اور حوصلہ شکنی کرنا لازم ہے [2] ترجمہ بے شک تمام انسانوں سے افضل انبیاء کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما

۲ــــــ تمام صحابہ کرام واجب الاحترام ہیں بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں ان کا اور دیگر صحابہ کا گستاخ اہلسنت سے نہیں ہو سکتا اور نہ وہ لائق امامت ہے
فقط

دعاگو فقیر غلام جہانیاں معینی

خادم الحدیث جامعہ معینیہ

ڈیرہ غازیخاں ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

(۱۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا خواجہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین دربار سیال شریف کا

فتویٰ

(از سیال شریف ضلع سرگودہا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب وہو الموفق للصواب

۱ــــــ اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع الصحابہ[۱] پر ہے رضی اللہ عنہم اجمعین اس اجماع کا منکر شذ فی النار[۲] کی وعید کے تحت ہے نعوذ باللہ من ذالک

۲ــــــ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں ان کی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں تو لزوم کفر میں داخل ضرور ہے[۳] حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا دیگر اہلبیت رضی اللہ عنہم سے

---

[۱] تمام صحابہ سے افضل ہونا [۲] جو جماعت سے الگ ہوا دوزخ میں گیا [۳] یعنی صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی سے کفر لازم آتا ہے

دشمنی کی بنا انہیں سب و شتم کرتے یا کراتے تھے سراسر غلط ضلالت اور جہالت پر مبنی ہے جو نصر بن مزاحم، یونس بن خباب اور مروب وغیرہم جیسے رافضیوں کی روایات پر مبنی ہے فرمان ذی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم " اللہ اللہ فی اصحابی [1] " کو کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا

فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

محمد قمر الدین السیالوی غفرلہ

ضلع سرگودہا پاکستان غربی

۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

(۱۲)

آستانہ عالیہ امام العارفین حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف کا

فتویٰ

(از گولڑہ شریف، راولپنڈی)

۱ ــــ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما جمیع اہلسنت و جماعت کا مسلک ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر، شرح عقائد اور نبراس وغیرہ عقائد اہلسنت و جماعت کی کتابوں سے واضح ہے اس کے خلاف کرنے والا مبتدع ہے جس کی امامت مکروہ ہے البتہ بعض جزوی فضائل حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے خصوصیات سے ہیں مثلاً شرف نسب، قرابت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سلاسل تصوف کا مرجع ہونا وغیرہا یہ فضیلت کلیہ کے منافی نہیں جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے ہے،

۲ ــــ کسی صحابی کی تفسیق [2] و توہین مسلک اہلسنت کے خلاف اور بدعت ہے، خصوصاً

[1] یعنی اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں انکو برا نہ کہو [2] فاسق کہنا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عادل وصالح ہونے کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت تفویض کرنا[1] بین[2] ثبوت ہے ورنہ فاسق کو تفویض خلافت کرنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے شایان نہیں فقط۔

کتبہ

فیض احمد مقیم آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف

الجواب صحیح
محمد فاضل چشتی آستانہ گولڑہ شریف

(۱۳)

مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کے علماء کا

فتویٰ

(از ملتان)

۱ ـــــ بعد از انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ بدمذہب ہے اور اہل سنت سے خارج۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے،

۲ ـــــ کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت بدمذہبی وگمراہی و استحقاق جہنم ہے کردہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے۔ ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے لہٰذا اس کی

[1] سپرد کرنا [2] روشن

امامت ناجائز ہے، فقط واللہ اعلم

احاب من اجاب
مشتاق احمد مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۲۰ر دسمبر ۱۹۶۹ء

(۱۴)

۷۸۶ - الجواب

مسئلہ تفضیل وحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت امام اہلسنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر اکابر علماء اہلسنت وجماعت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے اور فقیر کا یہی مسلک ہے فقط

نیاز مند غلام مصطفےٰ رضوی سعیدی مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

(۱۵)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم راہنما حضرت علامہ مولانا حامد علی خاں شیخ الحدیث والتفسیر مدرسہ خیر المعاد ملتان کا

فتویٰ

(از ملتان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الجواب

۱ــــ اہلسنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ افضلیت خلفاء راشدین بر ترتیب خلافت ہے

۲ــــ اور اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل عدول ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت مسلم وثابت ہے اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے والدین ماجدین حضرت ابو سفیان وحضرت ہندہ کی صحابیت بھی مسلم وثابت ہے، لہٰذا جو شخص ان کی شان میں دریدہ دہنی اور گستاخی کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت

دے وہ اہلسنت سے خارج اور بدعتی اور رافضی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے علمار کرام نے یہ جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح ہے فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — حررہ حامد علی خاں

حسین احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر — مفتی مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر

(۱۶)

مدرسہ عربیہ مظہر العلوم دولت دروازہ ملتان کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب کا

فتویٰ

(ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

۱ ـــــ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کی افضلیت تمام صحابہ کرام پر اہلسنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے فضیلت ترتیب خلافت کے مطابق ہے لہذا اس کا مخالف اہلسنت سے خارج ہے کما فی شرح العقائد۔

۲ ـــــ حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہندہ ودیگر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام ہیں ان کا احترام ایمان کا حصہ ہے انہیں برا کہنے والا اہلسنت سے خارج ہے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ فقط

فقیر محمد شریف غفرلہٗ
خادم جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان
۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء

الجواب صحیح
سید محمد عبداللہ شاہ رضوی مہتمم مدرسہ انوار الابرار ملتان

الجواب صحیح
محمد نذیر احمد مہروی مدرس مدرسہ جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان شہر

(۱۷)

مدرسہ رحمانیہ ملتان کے مہتمم و مفتی عبدالکریم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مفتی محمد عبدالشکور صاحب کا

فتویٰ (ملتان)

الجواب

۱ــــــ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو شخص افضل سمجھے

۲ــــــ اور جو شخص حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو برا بتاتے وہ اہلسنت سے نہیں اہلسنت مقتدیوں کا امام ہونا اس کا ناجائز ہے۔

من اصاب فقد اجاب — راقم

ننگ اسلاف عزیز اللہ عفی عنہ — محمد عبدالشکور ملتانی عفی عنہ

صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ملتان شہر، ۱۰ شوال

(۱۸)

پاکستان کے مشہور مذہبی ماہنامہ "ماہ طیبہ" کے مدیر فاضل جلیل حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں کا

فتویٰ (سیالکوٹ)

الجواب

حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھنے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی دوسرے صحابی کی بے ادبی کرنے یا ان سے برا عقیدہ رکھنے والا شخص گمراہ ہے اور مسلک اہلسنت کے سراسر خلاف اگر وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہتا ہے تو

یہ اس کا تقیہ ہے دراصل وہ شیعہ اور رافضی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، فقط

ابو النور محمد بشیر مدیر "ماہ طیبہ"

کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ)

۱۲ شوال ۱۳۸۹ھ

(۱۹)

مدرسہ جامعہ قادریہ رضویہ لائلپور کے مفتی حضرت علامہ مولانا سید محمد افضل حسین شاہ صاحب کا

فتویٰ (لائلپور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

۱ ـــــــ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل بتانے والا شخص ہرگز اہلسنت وجماعت نہیں، بلکہ گمراہ و بد مذہب ہے، اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی تمام نمازوں کا اعادہ[1] واجب ہے، شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری امام ابو منصور سے نقل کرتے ہیں جو اکابر شوافع سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنے والا چونکہ متبدع اور فاسق فی العقیدہ ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ غنیہ، صغیری، مراقی طحطاوی، اور درمختار میں ہے، واللہ اعلم

۲ ـــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بتانے والا بھی اہلسنت سے گمراہ اور بد مذہب ہے

---

[1] حذفت العبارات التی اتی بہا المجیب تصدیقاً لجوابہ من خوف الطول (محمد غلام سرور قادری)

اسے بھی امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں فقہ اکبر میں ہے کہ ہمیں صحابہ کو ذکر خیر سے یاد کرنا چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو انہیں برا کہنے سے باز آؤ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ عدول (عدل والے) ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سید محمد افضل حسین شاہ غفرلہ

مفتی جامعہ قادریہ رضویہ لائلپور

۱۷ر شوال ۱۳۸۹ھ

(۲۰)

فاضل جلیل عالم نبیل محقق بے عدیل علامہ مولانا ابوالاحسن محمد مختار احمد صاحب درانی صدر مدرس مدرسہ عربیہ سراج العلوم خان پور کا

فتویٰ (خانپور ضلع رحیم یار خان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الجواب

۱ ـــــ شریعت محمدیہ کے نزدیک حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل اعتقاد کرنے والا بدعتی گمراہ اور اہلسنت سے خارج ہے چنانچہ فتاویٰ خلاصہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، حاشیہ تبیین، مجمع الانہر، شرح عقائد اور الصارم المسلول وغیرہا کتب کثیرہ میں واضح ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ درمختار اور غنیہ وغیرہ میں ہے۔

۲ ـــــ جو شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی صحابی رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے حق میں بے ادبی، گستاخی اور سب و شتم کرتا ہے وہ اسلام سے خارج، مرتد اور واجب القتل ہے جیسا کہ شفاء قاضی عیاض، آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ صحابہ کرام کی مدح و ثنا میں بکثرت وارد ہیں ان کے باوجود جو ان کو برا کہے وہ بے ایمان ملعون اور ذلت ناک عذاب کا مستحق ہے، اس کی امامت باطل و ناجائز ہے[2] مزید تحقیقات مطولات میں ہے، فقط۔

الجواب صحیح	ہذا الجواب صحیح لاریب فیہ	حررہ ابوالاحسن محمد مختار احمد
حافظ سراج احمد مہتمم	خادم الشرع عبدالواحد نائب مفتی	صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خان پور
مدرسہ سراج العلوم خانپور	مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور	۱۵ ر شوال ۱۳۸۹ھ

(۲۱)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ عارف باللہ حضرت مولانا غلام احمد جان لااحرار نقشبندی غزنوی کا

فتویٰ

(غزنی افغانستان)

استفتاء

الاستفتاء بحضرۃ العلام[1] عمدۃ مشائخ الانام الشیخ المولی غلام احمد جان الاحرار النقشبندی دام اقبالھم

السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہ

ا ــــــــ ایھا الشیخ ما قولکم الشریف فیمن یفضل مولانا و مولی کل من آمن باللہ سیدنا علیا کرم اللہ وجہہ علی الشیخین الکریمین سیدنا امیرالمومنین

---

[1] ترجمہ استفتار بخدمت علام عمدۃ مشائخ الانام مولی غلام احمد جان احرار نقشبندی دام اقبالہم (باقی صفحہ پر)

ابی بکر الصدیق وسیدنا امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہما اھل هومن اهل السنة ؟ وهل هو يصلح ان يكون اماما لاهل السنة والجماعة ام لا؟

۲ـــــ وماقولكم الشريف فيمن يسب الامير معاوية بن ابی سفیان رضی اللہ عنهما وينقصه هل هومن اهل السنة والجماعة وهل يصلح ان يؤمهم ام لا ؟

خادمكم محمد غلام سرور القادری

مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الجواب والخطاب المستطاب للسوالين المذكورين فی الاستفتاء ان من فضل عليا رضی اللہ عنہ علی الصديق الاكبر والفاروق الاعظم رضی اللہ عنهما ولا يستحی من اللہ تعالی فی شان سیدنا امیر المومنین معاویة رضی اللہ عنہ عنی

(صہ سے آگے) السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل کہتا ہے کیا وہ اہلسنت سے ہے کیا اسے امام بنانا جائز ہے ؟ اور آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو برا کہتا ہے کیا وہ اہلسنت میں سے ہے یا نہ کیا اسے امام بنایا جائے یا نہ ؟

آپ کا خادم مفتی محمد غلام سرور قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

لے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الجواب ۔ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھتا ہے اور جو دوسرا شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خدا سے شرم وحیا نہیں کرتا کہ ان کو برا کہتا ہے خدا ہمیں ایسے برے عقیدے سے بچائے، سو یہ دونوں شخص اہلسنت وجماعت سے خارج ہیں، اہلسنت وجماعت کے فرقہ ناجیہ میں سے نہیں ہیں ان دونوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کریں کیونکہ یہ دونوں شخص درحقیقت شیعہ ہیں اگرچہ زبان سے شیعہ ہونیکا اقرار نہیں کرتے، یہی حق بات ہے کہ یہ دونوں ایسے ہی ہیں کہ منہ سے وہ بات کہتے ہیں یعنی سنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں [illegible]

يسبه ويفسقه اعاذنا الله تعالى من هذا الاعتقاد الباطل السوٴ فهذان الشخصان خارجان من طريقة اهل السنة والجماعة بلاريب وارتياب وليسا بداخلان فى الفرقة الناجية فاياك والصلوٰة خلفهما فانهما من اهل الشيع حقيقة وان لم يقرابه لسانا هذا هو الحق فانهما ممن يقولون بافواهم ماليس فى قلوبهم ـ فقط

الراقم غلام احمد جان الاحرار النقشبندى عفى عنه
افغانستان کابل ولایت غزنی حکومتی قراباغ
قریہ اخترخیل صاحب الورا ـ ۱۵ ارشوال المکرم ۱۳۸۹ھ

(۲۲)

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کا فتویٰ (از لاہور)

سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ کا منکر اسلام سے خارج اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بے دین گمراہ شیعہ ہے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو سب و شتم اور بکواس کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہے فقط

محمد عمر اچھروی لاہور
یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

(رسہ سے آگے) جو ان کے دل میں نہیں ہے، بلکہ دل میں تو یہ شیعہ ہیں، فقط
(راقم غلام احمد جان احرار نقشبندی عفی عنہٗ افغانستان کابل ولایت غزنی)

(۲۳)

امام اہلسنت مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محب النبی صاحب دامت برکاتہم کا

فتویٰ (از راولپنڈی)

الجواب ـــــ اہلسنت و جماعت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنے والا گمراہ فاسق و فاجر ہے اور فاسق و فاجر شرعاً واجب الاعانتہ ہے نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا بھی اہلسنت سے ـــــ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مذہب اہلسنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ کا سراپا عدل و حق ہونا امر مسلم ہے فقط

محب النبی جامع ضیاء العلوم

سبزی منڈی راولپنڈی

(۲۴)

محقق اسلام فاضل علام مولانا مفتی غلام رسول صاحب خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری و مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور کا

فتویٰ (از قصور)

۱ ـــــ جمیع اہلسنت و جماعت کا اجماع و عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ میں انبیاء و رسل کے بعد تمام بنی آدم سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے بعد عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر

Marfat.com